نئے داری نبھاتے ہوئے بعض لوگ اپنے اردگرد کے ماحول کو یکسر فراموش کر دیتے ہیں... اور کچھ افراد کی طبیعت میں چُستی اور متحرک مزاجی کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے... وہ معمول سے ہٹ کر کسی بھی ردّوبدل کو فوراً بھانپ لیتے ہیں... ایک ایسے متجسس... جرأت مند نوجوان کی کارگزاری جو اپنے اُمور انجام دیتے ہوئے دوسروں کی نئے داری بھی اپنے کندھوں پر اٹھا لیتا تھا... تیز رفتاری سے رونما ہونے والے واقعات کی سنسنی خیز روداد...

مجرم کے تعاقب میں دوڑتے بھاگتے نوجوان کی کارگزاری کا انجام.....

کارگزار

سیرینا راض

بے روزگاری کے عذاب نے اچھے اچھوں کا حال بے حال کر رکھا تھا۔ تعلیم یافتہ نوجوان بالخصوص اس عفریت کی جکڑ میں تھے۔ انہیں اپنا حال ابتر اور مستقبل تاریک نظر آ رہا تھا۔ اگر اقبال کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے ''شاہین'' کس ذہنی اذیت سے گزر رہے ہیں تو شاید.....

اس شاید کاش لیکن اور اگر مگر کے بعد ہی ظافر نے وہ قدم اٹھانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اگرچہ یہ اپنی انا، خودداری اور مقام کو پاؤں تلے روند ڈالنے کے مترادف تھا لیکن انسان کو اپنی بقا کی خاطر ایسے فیصلے لینے ہی پڑتے ہیں۔ وہ بھی سب کچھ بھول بھال کر پی ڈی بی (پزا ڈیلیوری بوائے) بن گیا تھا۔

ظافر نے ڈبل ماسٹرز کر رکھا تھا۔ سائیکالوجی اور کرمنالوجی اس کے فیورٹ مضمون رہے تھے مگر پچھلے دو سال سے وہ متعلقہ ڈپارٹمنٹس میں جاب کے لیے جو کوشش کر رہا تھا اس کا نتیجہ صفر سے آگے بڑھ کر نہیں دے رہا تھا۔ سو، پے در پے ناکامی کے بعد بالآخر اس نے یہ کڑوا گھونٹ حلق سے نیچے اتار لیا تھا جس نے اس کے تن بدن میں یہاں سے وہاں تک تلخی بھر دی تھی۔

اس نے اپنی بائیک کو اپارٹمنٹ بلڈنگ کے سامنے دیوار کے ساتھ پارک کیا اور ہاٹ پاٹ (ڈیلیوری باکس) میں سے ایک ریگولر پزا نکال کر... بلڈنگ کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

www.zemtime.com

اس کی منزل سیکنڈ فلور پر واقع میڈم فرزانہ کا اپارٹمنٹ تھا۔ وہ پہلے بھی کئی بار یہاں پزا ڈیلیور کرنے آچکا تھا۔

میڈم فرزانہ اس کے لیے پرائم کسٹمر کی حیثیت رکھتی تھی۔ ظافر اسے پسند کرنے لگا تھا۔ اس پسندیدگی میں عزت، احترام کے عناصر غالب تھے۔ وہ ایک خوش مزاج اور مہربان خاتون تھی اور دریا دل بھی کیونکہ وہ ٹپ دینے کے معاملے میں ہمیشہ طے قبیلے کے مشہور سردار حاتم کو مات دینے کی کوشش میں رہتی تھی۔

اس اپارٹمنٹ بلڈنگ میں کل چھ فلیٹس تھے، ہر فلور پر آمنے سامنے دو فلیٹ یعنی گراؤنڈ پلس ٹو فلورز۔ ظافر نے میڈم فرزانہ کے فلیٹ کے سامنے پہنچ کر اطلاعی گھنٹی بجادی۔ اپارٹمنٹ کے اندر سُریلی موسیقی سنائی دی۔ ظافر، میڈم فرزانہ کے نمودار ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

دو منٹ گزر گئے مگر دروازہ کھلا اور نہ ہی وہاں میڈم کا چہرہ دکھائی دیا، وہ مسکراتا ہوا چہرہ جسے وہ دیکھنے کا عادی ہو چکا تھا۔ اس نے ایک بار پھر اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا اور سوچنے لگا۔

''عین ممکن ہے کہ میڈم اس وقت واش روم میں ہو..... ورنہ وہ کبھی دروازہ کھولنے میں اتنی دیر نہیں لگاتی۔''

اس کے ہاٹ پاٹ میں دو اور بھی ''آرڈرز'' رکھے ہوئے تھے جو اس نے پانچ کلومیٹرز کے اندر اسی ایریا میں ڈیلیور کرنا تھے۔ دوسری مرتبہ بھی گھنٹی کی بدھر دھن نے میڈم فرزانہ کو ظافر کی آمد کی اطلاع تو دے دی تھی مگر ظافر کا انتظار رنگ نہیں لا پا رہا تھا۔

''وہ اتنی دیر کیوں لگا رہی ہے۔'' اس نے خود کلامی کی اور اپارٹمنٹ کے داخلی دروازے سے کان لگا کر اندر کی صورتِ حال کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔

اپارٹمنٹ کے اندر مہیب سناٹے کا راج تھا۔ واش روم کا کوئی نل کھلا ہوا تھا، نہ کچن کے اندر کسی قسم کی ہلچل سنائی دیتی تھی اور نہ ہی کوئی اور نقل و حرکت۔ اس پُراسرار خاموشی نے ظافر کے ذہن میں فطری تجسس کو اُجاگر کر دیا اور یہ مادہ تو اس کے اندر حد سے زیادہ موجود تھا اسی لیے اس نے سائیکالوجی کے علاوہ کرمنالوجی میں بھی ماسٹرز کر رکھا تھا۔

اس نے میڈم فرزانہ کا سیل نمبر ٹرائی کیا۔

نمبر سوئچڈ آف آرہا تھا۔ کئی بار کی کوشش کے باوجود بھی جب ریکارڈنگ ہی سے اس کا واسطہ پڑا تو اس کے ذہن میں ایک آئیڈیا چمکا۔ اپنی اس سوچ کو عملی جامہ پہنانے سے پہلے اس نے سامنے والے اپارٹمنٹ کی طرف دیکھا۔ مذکورہ اپارٹمنٹ کے دروازے پر تالا جھول رہا تھا۔ یہ دیکھ کر اسے خاصا اطمینان محسوس ہوا۔ وہ پلٹا اور اس نے اپنی ایک آنکھ آئی گلاس پر لگا دی۔

اکثر اپارٹمنٹس کے داخلی دروازے کے وسط میں ایک آئی گلاس نصب ہوتا ہے جس کے توسط سے اندر موجود شخص جھانک کر دیکھ سکتا ہے کہ باہر کون موجود ہے۔ یہ گلاس صرف ایک طرف ہی کا منظر دکھاتا ہے۔ دوسری جانب سے دیکھنے والے کو اس میں اپنا ہی چہرہ نظر آتا ہے اور وہ بھی خاصا مضحکہ خیز.....

ظافر نے اضطراری انداز میں اس آئی گلاس پر آنکھ ٹکا تو دی تھی مگر جلد ہی اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی میڈم فرزانہ کے لیے اس کی فکرمندی میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ اب اس کے پاس ایک آخری طریقہ ہی بچا تھا..... دروازے پر دستک دینے کا دیسی طریقہ!

ظافر کی جگہ اگر کوئی اور ڈیلیوری بوائے ہوتا تو موجودہ صورتِ حال میں وہ اپنی برانچ کو یہ بتا کر واپس چلا جاتا کہ کسٹمر کا فون آف ہے اور وہ اپنے گھر میں بھی موجود نہیں مگر میڈم فرزانہ، ظافر کے لیے کوئی عام کسٹمر نہیں تھی لہٰذا اس کا ردِعمل دوسرے ڈیلیوری بوائز جیسا نہیں ہو سکتا تھا۔

دو تین بار کی دستک کا بھی جب کوئی جواب نہ آیا تو وہ میڈم کی جانب سے گہری تشویش میں مبتلا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی ڈیٹیکٹو والی فطری صلاحیت بھی انگڑائی لے کر بیدار ہو گئی تھی۔ وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ میڈم کے ساتھ آخر ایسا کون سا معاملہ ہو گیا ہے کہ وہ اپنا آرڈر ریسیو کرنے کے لیے دروازے پر نہیں آرہی.....؟

قبل اس کے کہ وہ میڈم کی خبر گیری کے لیے کوئی اور راستہ اختیار کرتا، اس کے ذہن میں ایک خاصا جاندار اور منطقی خیال اُبھرا۔

''میرے پاس دو اور آرڈرز بھی ہیں جو میں نے اسی علاقے میں ڈیلیور کرنا ہیں۔'' اس نے سوچا۔ ''میں پہلے ان آرڈرز کو نمٹا آتا ہوں۔ پھر واپس آکر میڈم کو ٹچ کر لوں گا۔''

وہ بلڈنگ کے زینے طے کر کے نیچے اُترا اور اپنی بائیک پر بیٹھ کر کام سے لگ گیا تاہم اس کا ذہن مسلسل میڈم کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

''یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ میڈم کو اچانک کسی ضروری کام کے لیے بلڈنگ سے باہر جانا پڑ گیا ہو اس لیے وہ اپنے آرڈر کو بھول کر ایمرجنسی میں کہیں نکل گئی ہو۔''

www.zemtime.com

ایک دوسرے خیال نے اس خیال کی تردید کردی۔
''کام کتنا بھی ضروری کیوں نہ ہو، ان کا نمبر تو سوئچڈ آف نہیں آنا چاہیے نا۔''
''کہیں وہ کسی مشکل میں تو نہیں پھنس گئیں؟'' یہ خیال پہلے دونوں خیالات سے زیادہ فکر انگیز اور تشویشناک تھا۔
آئندہ بیس پچیس منٹ میں اس نے دونوں آرڈرز کو ان کی منزل تک پہنچایا اور پلٹ کر پھر اسی اپارٹمنٹ بلڈنگ میں پہنچ گیا جہاں میڈم رہائش پذیر تھیں۔
ظافر اپنی اس پرائم کسٹمر کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں رکھتا تھا۔ تاہم اس سے ہلکی پھلکی بات ہو جاتی تھی۔ بس، وہ اتنا ہی جانتا تھا کہ اس اپارٹمنٹ میں میڈم فرزانہ اپنے شوہر نجیب اللہ کے ساتھ رہتی تھیں۔ نجیب اللہ ایک جیولر تھا۔ ان کا صرف ایک ہی بیٹا تھا جو کمپیوٹر سائنس میں ماسٹرز کرنے امریکا گیا ہوا تھا۔ اس کا نام نبیل تھا۔ نبیل امریکی ریاست ''اوہائیو'' کی کولمبس یونیورسٹی میں پڑھتا تھا۔ جب فرزانہ کو یہ پتا چلا تھا کہ ظافر نے ڈبل ماسٹرز کر رکھا ہے تو اس نے کہا تھا۔
''بیٹا! ہمارے ملک کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ یہاں چاہے کتنی بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کرلو، کوئی قدر کرنے والا نہیں ہے۔ اچھی جابز صرف رشوت اور سفارش ہی سے ملتی ہیں، چاہے آپ اس جاب کے اہل ہوں یا نہ ہوں۔ پڑھے لکھے ذہین اور قابل انسان تو کلرکی کرتے پھر رہے ہیں۔ اسی لیے ہم نے نبیل کو یہاں سے سافٹ ویئر انجینئر بنایا اور ماسٹر ڈگری کے لیے امریکا بھیج دیا ہے..... آپ باہر کے کسی ملک سے ایک آدھ ڈگری لے کر آجائیں تو یہاں آپ کی قدر و قیمت میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔''
''میڈم! یہ بات مجھ سے زیادہ اور کون سمجھ سکتا ہے۔'' ظافر نے تلخی بھرے لہجے میں کہا۔ ''ڈولیڈنگ سبجیکٹ میں ماسٹرز کرنے کے باوجود بھی پزا ڈیلیوری بوائے کی جاب کرنے پر مجبور ہوں۔''
''نبیل بتاتا رہتا ہے کہ امریکا میں کون کون سے سبجیکٹ کی بہت زیادہ ویلیو ہے۔'' فرزانہ نے مشورہ دینے والے انداز میں کہا۔ ''سائیکالوجی اور کرمنالوجی بھی انہی سبجیکٹ میں شامل ہیں۔ میں تو کہتی ہوں کہ آپ بھی کوشش کر کے باہر نکل جاؤ۔''
''آپ بالکل ٹھیک کہتی ہیں میڈم.....'' ظافر نے اپنی اندرونی کیفیت پر قابو رکھتے ہوئے کہا۔ ''میں آپ کے مشورے پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔''
مشورہ دینا دنیا کا سب سے آسان کام ہے۔ شاید اسی لیے مشورہ دینے والوں کی کبھی کمی نہیں رہی مگر کسی بھی مشورے کو عملی جامہ پہنانے کے اپنے کچھ تقاضے ہوتے ہیں جنہیں پورا کیے بغیر کوئی نتیجہ برآمد نہیں کیا جاسکتا۔ میڈم نے اسے جو زریں مشورہ دیا تھا اس کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے لاکھوں نہیں، کروڑوں کی ضرورت تھی۔ اگر اس کے پاس اتنی رقم ہوتی تو وہ اپنے ملک ہی میں رہ کر بہت کچھ کرسکتا تھا۔
ظافر، میڈم کے بارے میں سوچتے ہوئے، ریگولر پزا اٹھائے زینے چڑھ رہا تھا کہ ٹھٹک کر رک گیا۔ اس وقت وہ فرسٹ فلور کے زینے پر تھا کہ اس نے سیکنڈ فلور سے ایک شخص کو نیچے کی طرف آتے دیکھا۔ مذکورہ شخص نے ایک سفری بیگ بھی اٹھا رکھا تھا۔ وہ کرخت چہرے والا ایک دراز قامت شخص تھا اور اس نے سر پر پی کیپ پہن رکھی تھی۔
ظافر کے جاسوس ذہن میں خطرے کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس شخص پر نگاہ پڑتے ہی ظافر کے ذہن میں پہلا خیال یہی پیدا ہوا کہ تھرڈ فلور پر کوئی گڑبڑ ہے۔ وہ بندہ نپے تلے قدم اٹھاتے ہوئے نیچے اتر رہا تھا۔ ظافر فرسٹ فلور کے

بینکار

قمر لیے کو بینک میں نوکری ملی تو خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ عمدہ کپڑا خرید کر شہر کے ایک مشہور ٹیلر کو بہترین سوٹ سینے کا آرڈر دیا۔ چند روز بعد ٹیلر نے کچے سوٹ کی ٹرائل کے لیے بلایا، قمر لیے تراش خراش سے بہت متاثر ہوئے لیکن ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تو جیبیں ندارد۔
انہوں نے خفگی کا اظہار کیا تو ٹیلر نے رسانیت سے کہا۔
''سر! آپ ہی نے تو کہا تھا کہ آپ بینک افسر ہیں۔''
''ہاں... کہا تھا۔'' انہوں نے غصے سے اپنا سر ہلایا۔ ''اس سے مطلب کیا ہے تمہارا؟''
''سر! آپ کو جیبوں کی کیا ضرورت ہے... بینکاروں کے ہاتھ تو ہمیشہ دوسروں کی جیب میں رہتے ہیں۔''

(کراچی سے بلال علیم کی سوغات)

www.zemtime.com

اپارٹمنٹس کے دروازوں کو ایسی نظر سے تکنے لگا جیسے وہ کوئی مخصوص ایڈریس تلاش کر رہا ہو۔ دراصل وہ پی کیپ والے اس شخص کو یہ تاثر دے رہا تھا کہ اس نے اسے دیکھا ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں سوچ رہا ہے تاہم اس کا دھیان اسی مشکوک شخص پر لگا ہوا تھا۔

مرد مذکور نے ظافر کے پاس سے گزرتے ہوئے شک زدہ نظر سے اسے گھورا مگر زبان سے ایک لفظ ادا نہیں کیا اور زینے طے کرتے ہوئے نیچے کی طرف جانے لگا۔ وہ جیسے ہی فرسٹ فلور کو چھوڑ کر گراؤنڈ کی طرف جانے لگا، ظافر دو، دو زینے پھلانگتے ہوئے تھرڈ فلور پر پہنچ گیا۔

اس فلور کے کوریڈور میں مکمل خاموشی تھی۔ میڈم فرزانہ کے سامنے والے اپارٹمنٹ کے دروازے پر بہ دستور تالا موجود تھا۔ اس کا واضح مطلب یہی تھا کہ وہ شخص اس اپارٹمنٹ سے تو نہیں نکلا ہوگا۔

''تو کیا وہ بندہ میڈم کے اپارٹمنٹ سے نکل کر گیا ہے؟'' اس خطرناک سوال نے ظافر کے ذہن میں متعدد خدشات کو جنم دیا۔

''کیا میڈم اپنے شوہر سے بے وفائی کا ارتکاب کر رہی ہے؟''

''کیا پی کیپ والا یہ شخص میڈم کا کوئی دوست ہے جو شوہر کی غیر موجودگی میں اس کے ساتھ وقت گزارنے آتا ہے؟''

''میں سمجھ گیا۔ میڈم اسی شخص کے ساتھ مصروف تھی اسی لیے وہ پزا ریسیو کرنے دروازے تک نہیں آئی۔''

یہ تمام تر خیالات سیکنڈ کے دسویں حصے میں اس کے ذہن سے گزرے اور اگلے ہی لمحے اس نے اپارٹمنٹ کی ڈور بیل پر انگلی رکھ دی۔ پہلے کی طرح اندر گھنٹی کی سریلی آواز سنائی دی مگر نتیجہ پہلے سے قطعی مختلف نہیں تھا۔ وہ جس بھی حد تک میڈم فرزانہ کو جانتا تھا اس کی روشنی میں وہ اس عورت کے کردار پر شک نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا ایک ہی مطلب تھا کہ میڈم کسی مصیبت میں تھی اور اس مصیبت کا سبب وہی پی کیپ والا دراز قامت شخص تھا۔

ظافر اپارٹمنٹ کا دروازہ توڑ کر اندر داخل نہیں ہو سکتا تھا لہٰذا ایک مرتبہ پھر وہ میڈم کا سیل نمبر ٹرائی کرنے لگا۔ مذکورہ نمبر مسلسل سوئچڈ آف آ رہا تھا۔ اس نے ایک فوری خیال کے تحت نیچے کی راہ لی۔ ان لمحات میں اس کا ذہن تشویش ناک خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

وہ بلڈنگ سے باہر آیا تو اس نے اپنی بائیک کو الٹا ہوا دیکھا۔ وہ شام سے پہلے کا وقت تھا۔ قریب ہی چند بچے ٹینس بال سے کرکٹ کھیل رہے تھے۔ اس نے ان بچوں کی طرف دیکھتے ہوئے غصیلے انداز میں استفسار کیا۔

''میری بائیک کو کس نے گرایا ہے؟''

''ہم میں سے کسی نے نہیں۔'' ایک بچے نے بتایا۔

دوسرا بولا۔ ''ٹوپی والے لمبو نے لات مار کر گرایا ہے اس بائیک کو۔''

''تم اس پی کیپ والے بندے کی بات کر رہے ہو۔'' ظافر نے اضطراری لہجے میں پوچھا۔ ''جس کے ہاتھ میں ایک بیگ بھی تھا؟''

''ہاں، ہاں..... وہی۔'' ایک بچے نے ٹھوس انداز میں بتایا۔ ''اس نے تمہاری بائیک کو لات مار کر نیچے گرایا پھر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر یہاں سے روانہ ہو گیا۔''

اس دوران میں ظافر اپنی بائیک کو زمین سے اٹھا کر اس پر سوار ہو چکا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''وہ منحوس کس طرف گیا ہے؟''

مذکورہ بچے نے ایک جانب اشارہ کر دیا۔

''اس کے پاس کون سی گاڑی ہے؟'' ظافر نے بائیک اسٹارٹ کرنے کے بعد اضطراری لہجے میں دریافت کیا۔

''گرے ہائی روف۔'' بچے نے جواب دیا۔ ''گاڑی کی نمبر پلیٹ پر کیچڑ لگی ہوئی تھی۔ نمبر صحیح طور پر پڑھا نہیں جا رہا تھا۔''

ظافر کو یاد آ گیا کہ جب وہ اس بلڈنگ میں داخل ہو رہا تھا تو اس نے چند گز کے فاصلے پر ایک گرے ہائی روف کھڑی دیکھی تھی جس کی پچھلی نمبر پلیٹ پر کیچڑ لگی ہوئی تھی۔ وہ جب دوبارہ یہاں آیا تو تب بھی مذکورہ ہائی روف اپنی جگہ پر کھڑی تھی۔

''تو وہ ہائی روف اسی ٹوپی والے کی تھی۔'' اس نے عجیب سے انداز میں خود کلامی کی۔

''انکل! اس بندے نے تمہاری بائیک کو دھکا دے کر کیوں گرایا ہے؟'' ایک بچے نے حیرت اور الجھن کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ پوچھا۔

''وہ میرا بدتمیز سالا ہے۔'' بے ساختہ ظافر کے منہ سے نکلا۔ ''وہ اکثر اس قسم کی گھٹیا حرکتیں کرتا رہتا ہے۔ تم لوگ اپنے کھیل پر توجہ دو۔''

بات ختم کرتے ہی ظافر نے اپنی بائیک آگے بڑھا دی۔ بچوں نے اسے گرے ہائی روف کی سمت کے بارے میں بتا دیا تھا۔ وہ بائیک کو آندھی اور طوفان کی رفتار سے بھگاتے ہوئے مذکورہ ہائی روف کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔

www.zemtime.com

پانچ منٹ کی ڈرائیو کے بعد ظافر اپنی مطلوبہ گاڑی کو کھوجنے میں کامیاب ہوگیا۔ وہ ایک مین روڈ پر اس سے سو گز آگے دوڑی چلی جارہی تھی۔ مزید تصدیق کے لیے وہ اپنی بائیک کو گرے ہائی روف کے کافی نزدیک لے گیا تاکہ وہ اس کی عقبی نمبر پلیٹ کا جائزہ لے سکے۔ مذکورہ نمبر پلیٹ پر لگی ہوئی کیچڑ نے صورتِ حال واضح کردی، پھر اس نے ہائی روف کی ڈرائیونگ سیٹ پر اس دراز قامت پی کیپ والے کو بھی بیٹھے دیکھ لیا۔

وہ نہایت ہی نازک اور سنسنی خیز لمحات تھے۔ ظافر ایک اجنبی فرد کا تعاقب کررہا تھا جو مشکوک تو تھا ہی، اس کے خطرناک ہونے میں بھی کسی شک وشبے کی گنجائش نہیں تھی۔ ظافر کو میڈم کی فکر ہورہی تھی۔ پتا نہیں، وہ کمینہ اس کے ساتھ کیا کرآیا تھا۔

ظافر کا ضمیر اسے ملامت کرنے لگا۔ ''تمہیں اس لفنگے کا پیچھا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ تم اسے جانے دیتے اور کسی طرح میڈم فرزانہ کی خیریت دریافت کرنے کی کوشش کرتے۔''

اندر کی آواز میں وزن تھا۔ اس کی جاسوسانہ سوچ نے درحقیقت گرے ہائی روف کا تعاقب کرنے پر مجبور کیا تھا۔ اس نے کرمنالوجی کے ذیل میں کرمنلو کے بارے میں جو کچھ پڑھ رکھا تھا، یہ سب اس تھیوری کا پریکٹیکل تھا لیکن ذہن کے ایک گوشے میں میڈم فرزانہ کی فکر بھی بہرحال موجود تھی اور اسی فکر نے اسے ساجد سے رابطہ کرنے پر مجبور کردیا۔

رائیڈنگ کے دوران میں ظافر اپنے سیل فون کو جیب میں رکھتا تھا البتہ وہ سیل فون سے منسلک ہینڈ فری کے ذریعے اپنا کام چلایا کرتا تھا۔ اس نے گرے ہائی روف کا تعاقب جاری رکھتے ہوئے ساجد کو کال لگائی۔

ساجد کا تعلق محکمۂ پولیس سے تھا اور وہ ظافر کا انتہائی بے تکلف دوست تھا۔ رابطہ ہونے پر ساجد نے سرسری انداز میں کہا۔

''ہاں بھائی ڈیلیوری بوائے! تمہارے پزا کیسے بک رہے ہیں؟''

''ساجد! ایک جاب ہے۔'' ظافر نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

''سوری یار! میں تمہارے لیے ابھی تک کوئی ڈھنگ کی جاب تلاش.....''

''ابے! میری بات دھیان سے سُن.....'' ظافر نے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔ ''میں اپنی نہیں، تمہاری جاب کی بات کررہا ہوں۔''

''میری جاب تو ٹھیک ٹھاک چل رہی ہے۔'' ساجد نے کہا۔

''کیا ساری زندگی اے ایس آئی ہی رہو گے؟'' ظافر نے گرے ہائی روف کو برابر اپنی نگاہ میں رکھتے ہوئے ساجد سے کہا۔ ''کیا تمہارے دل میں یہ خواہش نہیں ہے کہ اسسٹنٹ سب انسپکٹر سے سب انسپکٹر اور پھر فل انسپکٹر بن جاؤ؟''

''ترقی کی تمنا ہر کسی کو ہوتی ہے۔'' ساجد نے معتدل انداز میں کہا۔ ''لیکن اس وقت میں تم سے زیادہ بات نہیں کرسکتا۔ میں ایک مشن پر روانہ ہورہا ہوں۔''

''میں بھی ایک مشن ہی کی بات کررہا ہوں۔'' ظافر نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ ''سنو گے تو تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔''

''میرے پاس تمہاری سننے اور اپنے ہوش اڑوانے کے لیے بالکل ٹائم نہیں ہے۔'' ساجد نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔ ''بعد میں بات کریں گے۔''

''بعد میں تو بہت دیر ہوجائے گی۔'' ظافر نے جھنجلاہٹ آمیز لہجے میں کہا۔ ''تم دو منٹ کے لیے میری بات تو سُن لو۔''

''صرف دو منٹ.....'' ساجد نے سپاٹ انداز میں کہا۔ ''جو بھی کہنا ہے، جلدی سے کہہ ڈالو۔ میں ایک ڈکیتی کی واردات کو کور کرنے جارہا ہوں۔''

ظافر نے نہایت ہی مختصر الفاظ میں اسے صورتِ حال سے آگاہ کردیا۔ ساجد نے اس کی بات سننے کے بعد معتدل انداز میں کہا۔

''ٹھیک ہے، میں کسی کو میڈم فرزانہ کی طرف بھیجتا ہوں۔ تم ہائی روف والے کا تعاقب جاری رکھو۔ جب وہ اپنی منزل پر پہنچ جائے تو مجھے بتادینا۔''

''اور تم.....؟'' ظافر نے شکایتی لہجے میں پوچھا۔

''بتایا تو ہے کہ میں ڈکیتی کی ایک واردات کے معاملے کو دیکھنے جارہا ہوں۔'' ساجد نے سرسری انداز میں کہا۔ ''میں وہاں سے فارغ ہونے کے بعد تم سے رابطہ کروں گا۔''

قبل اس کے کہ ظافر مزید کوئی سوال کرتا، لائن ڈیڈ ہوگئی۔ ساجد نے اپنی بات کے بعد سیلولر رابطہ موقوف کردیا تھا۔

''دھت تیرے کی.....'' ظافر نے برہمی بھری خودکلامی کی۔ ''یہ پولیس والے بھی ایک الگ ہی مخلوق

www.zemtime.com

ہوتے ہیں۔ اگر ان کا اپنا کوئی کام ہو تو خوشامد درآمد پر اُتر آتے ہیں اور اگر ان سے کوئی کام پڑ جائے تو ان کے تیور ہی بدل جاتے ہیں۔"

ساجد سے تمام تر گفتگو اس نے ہینڈ فری کے توسط سے کی تھی۔ اس دوران میں ایک لمحے کے لیے بھی اس نے گرے ہائی روف کو اپنی نگاہ سے اوجھل نہیں ہونے دیا تھا۔ اس نے اپنی بائیک اور ہائی روف کے درمیان اتنا فاصلہ رکھا ہوا تھا کہ اسے یقین تھا، پی کیپ والے اس شخص کو تعاقب کا احساس نہیں ہوا ہوگا۔ اس نے کرمنالوجی کی موٹی موٹی کتابوں میں بہت سے سنسنی خیز مناظر کے بارے میں پڑھ رکھا تھا۔ اس وقت وہ اسی نوعیت کے عملی تجربے سے گزر رہا تھا۔

گرے ہائی روف ایک سے دوسری سڑک پر رواں دواں تھی اور اس وقت وہ یونیورسٹی روڈ سے گزر رہی تھی۔ ظافر پوری احتیاط اور مستقل مزاجی کے ساتھ اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ جوہر کے علاقے میں داخل ہونے کے بعد ہائی روف کی رفتار میں قدرے کمی آگئی تھی لہٰذا ظافر اور زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔

اب سورج ڈھلنے لگا تھا۔ دھوپ رخصت ہو چکی تھی اور شام کا ملگجا اُجالا، رات کی گہری تاریکی کی سمت اپنا سفر شروع کر چکا تھا۔ اسے اپنی "منزل" تک رسائی حاصل کرنے میں ڈیڑھ سے دو گھنٹے لگ سکتے تھے۔

ظافر کا ٹارگٹ وہ ہائی روف "سنگاپور سینٹر" سے جوہر کے دور افتادہ حصے کی جانب مڑ گئی۔ اس علاقے میں بیشتر بنگلوز کی تعمیر کا کام ابھی جاری تھا۔ بعض بنگلے تیار بھی ہو چکے تھے مگر آباد بنگلوز کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔ دو تین گلیاں مڑنے کے بعد گرے ہائی روف ایک ایسے بنگلے کے سامنے جا کر رک گئی جس کی تعمیر کا کام تو مکمل ہو چکا تھا لیکن اس کے اندر اور باہر چھائے ہوئے سناٹے کو دیکھ کر یہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ "مکان" ابھی "گھر" کا اعزاز حاصل نہیں کر سکا۔

ظافر، ہائی روف سے ایک محتاط اور محفوظ فاصلے پر رک گیا تھا۔ اس مقام سے وہ ہائی روف اور مذکورہ نوتعمیر شدہ بنگلے کے گیٹ کو بہ آسانی دیکھ سکتا تھا۔ تاہم پی کیپ والا شخص پلٹ کر اسے نہیں دیکھ سکتا تھا کیونکہ اسے گلی کے نکڑ کی اوٹ میسر تھی۔ ظافر کا خیال تھا کہ پی کیپ والا ہائی روف سے نیچے اتر کر بنگلے کا گیٹ کھولے گا اور پھر وہ اکیلا یا ہائی روف کے ساتھ بنگلے کے اندر داخل ہو جائے گا لیکن ہوا اس کے برعکس۔

پی کیپ والا ہائی روف کے اندر ہی بیٹھا ہوا تھا کہ بنگلے کا گیٹ کھل گیا۔ اگلے ہی لمحے گیٹ کھولنے والا ظافر کی نظر میں آگیا۔ وہ ایک پستہ قد اور لحیم شحیم شخص تھا۔ اسے دیکھ کر ذہن میں کسی گینڈے کا تصور اُبھرتا تھا۔ شکل سے وہ ایک چھٹا ہوا بدمعاش دکھائی دیتا تھا۔ درندگی اور سفاکی کا چلتا پھرتا اشتہار۔

گیٹ کھلنے پر پی کیپ والا ہائی روف کو بنگلے کے اندر لے گیا۔ پستہ قامت شخص نے محتاط انداز میں، گلی میں دائیں بائیں جھانک کر دیکھا اور مطمئن ہونے کے بعد گیٹ بند کر دیا۔

اس بات کا ظافر کو بہ خوبی اندازہ ہو چکا تھا کہ اس نوتعمیر شدہ بنگلے کے اندر کوئی گھناؤنی سازش بُنی جا رہی ہے۔ پی کیپ والا اور اس کا ساتھی شکل ہی سے جرائم پیشہ نظر آتے تھے۔ اس بات کے روشن امکانات تھے کہ بنگلے کے اندر اسی قماش کے اور لوگ بھی ہو سکتے تھے۔ اس نے اپنے دوست ساجد کو فون لگایا کیونکہ موجودہ سچویشن کو ہینڈل کرنا اس اکیلے کے بس کی بات نہیں تھی۔

دوسری جانب گھنٹی بجتی رہی مگر ساجد نے اس کی کال پک نہیں کی۔ "پتا نہیں، ساجد کن چکروں میں مصروف ہے جو میرا فون اٹینڈ نہیں کر رہا۔" اس نے جھنجلاہٹ بھرے انداز میں خود کلامی کی۔ "ضرورت کے وقت یہ کبھی میرے رابطے میں نہیں آیا۔" پھر ایک فوری خیال کے تحت وہ بڑبڑایا۔ "یہاں زیادہ دیر کھڑے رہنا ٹھیک نہیں ہوگا۔ میں ساجد کو واٹس میسج کر دیتا ہوں۔"

اس نے پہلے ساجد کو مذکورہ بنگلے کی پن لوکیشن سینڈ کی پھر یہ واٹس نوٹ بھیج دیا۔

"گرے ہائی روف والا وہ مشکوک بندہ، ایک ویران بنگلے میں داخل ہو چکا ہے۔ یہ بنگلا جوہر کے آخری حصے میں واقع ہے۔ میں نے تمہیں اس بنگلے کی لوکیشن بھیج دی ہے۔ بنگلے کے اندر میں نے ایک اور آدمی کو بھی دیکھا ہے۔ ہو سکتا ہے، ان کے مزید ساتھی بھی اندر موجود ہوں۔ اس علاقے میں مکمل خاموشی اور سناٹا ہے۔ میں بنگلے کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔ تم بھی جلد از جلد یہاں پہنچو۔"

ظافر کے رگ و پے میں سنسنی خیزی موج زن تھی۔ وہ بنگلے کے اندر داخل ہونے کا اٹل فیصلہ کر چکا تھا۔ ان لمحات میں وہ خود کو ایک ہیرو سمجھ رہا تھا جو کسی خطرناک خفیہ مشن پر ہو۔ ساجد کا تعلق چونکہ پولیس ڈپارٹمنٹ سے تھا اس لیے ظافر نے اس کے ساتھ ہونے والے رابطے کا ریکارڈ مکمل

www.zemtime.com

طور پر ڈیلیٹ کر دیا تاکہ اگر بنگلے کے اندر اس کا سیل فون ان لوگوں کے ہتھے چڑھ جائے تو انہیں کسی قسم کا شک نہ ہو۔

اس نے اپنی بائیک کو دیوار کی اوٹ ہی میں ''پارک'' کیا اور دبے قدموں بنگلے کی سمت بڑھنے لگا۔ سیل فون کو اس نے ہینڈ فری پر ڈال کر دوبارہ جیب میں رکھ لیا تھا۔ وہ آدھے راستے ہی میں تھا کہ اس کے نمبر پر کال آنے لگی۔ وہ یہی سمجھا کہ ساجد نے رِنگ بیک کیا ہوگا لیکن جب اس نے کال اٹینڈ کی تو دوسری جانب اس کا برانچ منیجر تھا۔

''ظافر! تم کہاں ہو؟'' اس کے ''ہیلو'' کے جواب میں برانچ منیجر نے استفسار کیا۔ ''تم جتنے آرڈرز لے کر نکلے تھے، اس حساب سے تو آدھا گھنٹا پہلے تمہیں واپس آجانا چاہیے تھا۔ سب ٹھیک تو ہے نا.....؟''

''سر! میرے پاس کل تین آرڈرز تھے۔'' اس نے سچ میں جھوٹ کا بگھار لگاتے ہوئے کہا۔ ''میں نے دو آرڈرز تو ڈیلیور کر دیے ہیں مگر تیسرا، میڈم فرزانہ والا آرڈر ڈیلیور کرنے جا رہا تھا کہ دو ڈاکو میرے پیچھے لگ گئے۔ وہ کمینے بائیک پر تھے۔ میں رواں ٹریفک کے بیچوں بیچ کسی طرح انہیں جل دینے میں کامیاب ہو گیا۔ جب میں ان سے چھٹکارا حاصل کر چکا تو ایک اور افتاد مجھ پر ٹوٹ پڑی.....''

''کیسی افتاد.....؟'' برانچ منیجر نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی پوچھ لیا۔

''ٹائر برسٹ سر.....'' ظافر نے اپنے ٹارگٹ بنگلے کی سمت پیش قدمی جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''اس وقت میں اپنی بائیک کی مرمت ہی کرا رہا ہوں۔''

''اوہ.....'' برانچ منیجر ایک آسودہ سانس خارج کرتے ہوئے بولا۔ ''شکر ہے، تم صحیح سلامت ہو۔ جب تمہاری بائیک ٹھیک ہو جائے تو سیدھا اپنی برانچ آجانا.....''

''او کے سر..... تھینک یو سر.....'' وہ جلدی سے بولا۔

پھر ایک فوری خیال کے تحت پوچھ لیا۔ ''سر! میں میڈم فرزانہ کا پزا ڈیلیور نہیں کر سکا۔ ان کی طرف سے کوئی فون، کوئی کمپلین تو نہیں آئی؟''

''بالکل نہیں۔'' برانچ منیجر نے جواب دیا۔ ''اس طرف مکمل خاموشی ہے۔ لگتا ہے، میڈم فرزانہ پزا کھانے سے بھی زیادہ اہم کام میں مصروف ہیں۔''

''جی سر..... مجھے بھی کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے۔'' ظافر نے بنگلے کے گیٹ کو اپنی نگاہ میں رکھتے ہوئے سرسری انداز میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تم اپنا خیال رکھنا۔'' برانچ منیجر کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

''او کے سر!'' ظافر نے مختصر جواب دیا۔

پھر ان کے درمیان سیلولر رابطہ موقوف ہو گیا۔

ظافر نے مطلوبہ بنگلے کے نزدیک پہنچ کر گلی میں دور تک نگاہ دوڑائی۔ وہ محض نام کی گلی تھی۔ وہاں پر کسی قسم کی رونق یا چہل قدمی کے آثار دکھائی نہیں دیتے تھے۔ گلی میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک سناٹے اور خاموشی کا قبضہ تھا۔ اب تو باقاعدہ اندھیرا پھیلنا بھی شروع ہو گیا تھا۔

اس نے کافی فاصلے سے گرے ہائی روف کو بنگلے کے اندر جاتے اور گینڈا نما شخص کو گیٹ بند کرتے دیکھا تھا۔ اس نے گیٹ بند کرنے سے پہلے اتنی احتیاط کے ساتھ گلی میں جھانک کر اپنا اطمینان کیا تھا جس سے لگتا تھا، اس نے محض گیٹ کو اندر سے کنڈی لگانے پر اکتفا نہیں کیا ہوگا بلکہ اندرونی کنڈی پر لازماً تالا بھی ڈالا ہوگا۔

اسی سوچ کے پیش نظر ظافر نے بنگلے کی دیوار پھلانگ کر اندر جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ مذکورہ دیوار لگ بھگ چھ فٹ بلند تھی۔ ظافر جوان اور صحت مند ہونے کے علاوہ چالاک اور چست بھی تھا۔ اتنی بلندی کو پھلانگنا اس کے لیے قطعی مشکل نہیں تھا۔

بنگلے میں کودنے سے پہلے اس نے گیٹ کے قبضوں اور ستون کے درمیانی خلا سے آنکھ لگا کر اندر جھانکنے کی کوشش کی۔ بنگلے کے اندر تو اسے کچھ نظر نہ آیا مگر بیرونی صورت حال نے اسے چونکنے پر مجبور کر دیا۔ ان لمحات میں ظافر کا ایک ہاتھ پلر (ستون) پر اور دوسرا ہاتھ گیٹ کے پٹ پر تھا۔ ستون تو اپنی جگہ جوں کا توں استادہ رہا لیکن گیٹ کے پٹ پر پڑنے والے اس کے ہاتھ کے دباؤ نے گیٹ کو اندر کی جانب تھوڑا سا کھول دیا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ گیٹ کو اندر سے تالا تو کیا، کنڈی بھی نہیں لگائی گئی تھی۔

''ناممکن!'' وہ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑایا۔ ''یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ گیٹ کو کھلا چھوڑ دیا گیا ہو۔''

اس محتاط شخص سے ایسی کوتاہی کی توقع تو نہیں کی جا سکتی تھی مگر ظافر اس حقیقت کو بھی جھٹلا نہیں سکتا تھا کہ وہ گیٹ کھلا ہوا تھا۔ وہ وقت زیادہ سوچ بچار کا نہیں تھا۔ اس نے اللہ کا نام لے کر گیٹ کو تھوڑا سا اور کھولا پھر بہ آہستگی اندر داخل ہو کر گیٹ کو ویسے ہی بھیڑ دیا جیسے وہ پہلے تھا۔

بنگلے کے اندر بھی ہر طرف خاموشی کا راج تھا۔ کم و بیش بیس گز کے فاصلے پر اسے وہ گرے ہائی روف کھڑی نظر

www.zemtime.com

آئی جس کا تعاقب کرتے ہوئے وہ یہاں تک پہنچا تھا۔ بنگلے کے اندرونی حصے میں لائٹ آن تھی۔ ظافر کے محتاط اندازے کے مطابق، وہ پی کیپ والا اور اس کا گینڈا نما ساتھی اسی روشن کمرے میں موجود تھے۔ وہ دبے پاؤں بلی کے مانند اسی سمت بڑھنے لگا۔

وہ چند گام ہی چلا ہوگا کہ اس کے سر کے عقبی حصے پر قیامت سی ٹوٹ پڑی۔ وہ چوٹ اتنی فوری اور کاری لگائی گئی تھی کہ اسے رات میں طلوعِ آفتاب کا منظر دکھائی دیا۔ یہ احساس لمحے بھر کا تھا کیونکہ اگلے ہی لمحے وہ کٹے ہوئے شہتیر کے مانند زمین بوس ہوگیا تھا۔

☆☆☆

ظافر کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو ایک چوبی کرسی پر بندھا ہوا پایا۔ اس کے دونوں بازوؤں کو کرسی کے ہتھوں پر رکھ کر مضبوط رسّی سے باندھ دیا گیا تھا۔ ایک ایسی ہی رسی کو اس کی کمر کے گرد گھما کر کرسی کی پشت گاہ کے ساتھ فکس کر دیا گیا تھا البتہ اس کی ٹانگوں کو کرسی کے پایوں کے ساتھ باندھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی تھی۔ بازوؤں اور کمر کی جکڑ بندی تو اپنی جگہ تکلیف دہ تھی ہی لیکن اس کے سر کے عقبی حصے پر جو عذاب نازل ہوا تھا وہ اذیت ناک اور ناقابلِ برداشت تھا۔ وہاں سے اٹھنے والی ٹیسیں اس کی روح کو تڑپا رہی تھیں۔ اسے بس اتنا یاد تھا کہ وہ محتاط قدموں سے بنگلے کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ رہا تھا کہ اس کے سر پر ایٹم بم آگرا تھا۔

دانت پر دانت جمائے، تکلیف کو برداشت کرنے کی کوشش میں اس نے نگاہ اٹھا کر سامنے والی دیوار کو دیکھا۔ وہاں موجود وال کلاک آٹھ بجے کا وقت بتا رہا تھا۔ گویا وہ کم و بیش ایک گھنٹے تک بے ہوش رہا تھا۔ اس کمرے میں ظافر کے سوا کوئی بندہ بشر موجود نہیں تھا۔ ایک دیوار کے ساتھ دو، تین کرسیاں پڑی نظر آرہی تھیں۔

ظافر کا ذہن سوچنے کے قابل ہوا تو گیٹ کو کھلا رکھنے کی حکمت اس کی سمجھ میں آگئی۔ یہ دراصل ان کی ایک چال تھی۔ انہیں یقین تھا کہ وہ بنگلے میں گھسنے کی ضرور کوشش کرے گا لہٰذا اسے بہ آسانی شکار کرنے کی غرض سے گیٹ کو محض بھیڑ کر چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس کا یہی مطلب تھا کہ پی کیپ والے اس لم ڈھینگ کو ظافر کے تعاقب کرنے کا پتا چل گیا تھا۔

وہ انہی سوچوں میں ڈبکیاں لگا رہا تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ پی کیپ والا کرخت چہرہ شخص اندر داخل ہوا۔ ظافر کو اس کے ہاتھ میں ایک گن بھی دکھائی دی جس پر سائیلنسر فٹ تھا۔ وہ بدبخت ایک کرسی کھینچ کر ظافر سے دو گز کے فاصلے پر براجمان ہوگیا اور خاصے کڑوے لہجے میں پوچھا۔

''کیا تم نے مجھے اتنا ہی گدھا سمجھ لیا تھا کہ میرے تعاقب میں نکل کھڑے ہوگے اور مجھے پتا ہی نہیں چلے گا..... ہیں؟''

''گدھا نہیں زرافہ.....'' ظافر نے اپنے سر کی تکلیف کو فراموش کر کے ہمت سے کام لیتے ہوئے کہا۔ ''کیونکہ گدھا اتنا لمبا تڑنگا نہیں ہوتا۔''

''بکواس بند کرو۔'' وہ گن کو خطرناک انداز میں حرکت دیتے ہوئے دہاڑا۔ ''لگتا ہے، تمہیں مرنے کا کچھ زیادہ ہی شوق ہے جو اپنے پزا ڈیلیوری کے کام کو چھوڑ کر سراغ رسانی کرنے چل نکلے۔ میں نے اس بڑھیا کے اپارٹمنٹ کے داخلی دروازے پر آئی گلاس میں تمہارا منحوس تھوبڑا دیکھ لیا تھا اور اسی وقت سے تمہاری شکل میرے ذہن میں محفوظ ہوگئی تھی۔ پھر جب میں نے تمہیں اپنی گاڑی کا تعاقب کرتے پایا تو اسی لمحے میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ تمہیں سبق سکھانا ضروری ہے۔ پرائے پھڈے میں ٹانگ پھنسانے کا کیا انجام ہوتا ہے، یہ تمہیں پتا چلنا چاہیے نا؟''

وہ مردود میڈم فرزانہ کے لیے ''بڑھیا'' کا لفظ استعمال کر رہا تھا جو ظافر کو بالکل اچھا نہیں لگا۔ یہ ٹھیک ہے کہ فرزانہ کی عمر پچاس سے متجاوز تھی لیکن وہ ایک اسمارٹ خاتون تھی اور انتہائی مہربان بھی۔ ظافر کو یہ سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوئی کہ جب وہ آئی گلاس سے آنکھ لگا کر میڈم کے اپارٹمنٹ کے اندر جھانکنے کی کوشش کر رہا تھا تو اس دراز قامت شیطان نے اسے بہ غور دیکھ لیا تھا۔

''تم آخر ہو کون.....؟'' ظافر نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا۔ ''تم میڈم کے اپارٹمنٹ میں کس نیت سے گھسے تھے؟ تم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے؟ اور تم وہاں سے کیا لے کر آئے ہو؟ میں نے تمہارے ہاتھ میں ایک بڑا سا سفری بیگ بھی دیکھا تھا۔''

''ارے باپ رے باپ.....'' گن بردار استہزائیہ انداز میں بولا۔ ''تم تو بالکل پولیس والوں کے انداز میں سوال کر رہے ہو، حالانکہ میں نے تمہارا سیل فون اچھی طرح چیک کیا ہے۔ تم ایک پزا ڈیلیوری بوائے سے زیادہ اور کچھ بھی نہیں ہو۔ کیا تم پولیس کے لیے مخبری کا کام بھی کرتے ہو؟''

اس پی کیپ والے کے بیان میں بہ یک وقت ایک سنسنی خیز انکشاف اور ایک سنگین استفسار شامل تھا۔ وہ پولیس

www.zemtime.com

کی مخبری والے سوال کو نظر انداز کر کے اپنے سیل فون کے لیے بے چین ہو گیا۔ اگرچہ ظافر کے ہاتھ اور کمر رسی کی جکڑ میں تھے لیکن اس کے چہرے پر نمودار ہونے والے تاثرات اور آنکھوں میں موجود بے قراری نے گن بردار کو اس کی سوچ تک رسائی دلا دی۔

''یہ رہا تمہارا سیل فون۔'' پی کیپ والے نے اپنی جیب میں سے ظافر کا سیل فون برآمد کرنے کے بعد اسے دکھاتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں اغوا کرنے کے بعد میں نے تمہارے لباس کی تلاشی لی تو یہ مجھے مل گیا۔ میں نے اسے چیک کرنے کے بعد آف کر دیا تھا اور تمہاری بائیک کو بھی بنگلے کے اندر پہنچا دیا گیا ہے۔ اسے باہر چھوڑنا ٹھیک نہیں تھا اس لیے میں ''عزت و احترام'' کے ساتھ اندر لے آیا.....''

''تم نے ابھی تک میرے ایک بھی سوال کا جواب نہیں دیا۔'' ظافر اس کی یاوہ گوئی کو نظر انداز کرتے ہوئے قدرے درشت لہجے میں مستفسر ہوا۔ ''میڈم فرزانہ سے تمہاری کیا دشمنی ہے؟ تم نے ان کے اپارٹمنٹ سے کیا چرایا ہے؟ شکل سے تو تم مجھے ایک ڈکیت ہی لگتے ہو۔''

ان لمحات میں ظافر کے اندر کا نفسیات داں اور سراغ رساں پوری طرح بیدار تھا۔ اگرچہ ان خبیثوں نے اسے ایک کرسی پر باندھ رکھا تھا تاہم اس کے ذہن میں کسی قسم کا ڈر خوف نہیں تھا۔ اس بات کا اسے اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ اس کی جان کے دشمن تو بہر حال نہیں تھے۔ اگر ایسا کچھ ہوتا تو اب تک وہ اسے شوٹ کر چکے ہوتے۔ اس اطمینان نے ظافر کو خاصا پُراعتماد اور بہادر بنا دیا تھا۔

قبل اس کے کہ گن بردار اس کے کسی سوال کے جواب میں کچھ کہتا، اس کا گینڈا نما ساتھی کمرے میں داخل ہوا اور خاصے بے پروا انداز میں بولا۔ ''سلیم! اس کے ساتھ وقت برباد کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اپنے کام پر توجہ دینا چاہیے۔ تم جانتے ہو، وقت کم اور مقابلہ سخت ہے۔''

''میں جانتا ہوں فدا.....'' پی کیپ والے نے کہا۔ ''یہ بندہ بہت زیادہ سوالات کرتا ہے۔ لگتا ہے، آج صبح ناشتے میں اس نے دو، چار کوّے کھائے ہیں۔ کائیں کائیں کیے جا رہا ہے۔''

''تم لوگ کس قسم کے مشن پر ہو؟'' ظافر نے ایک اور سوال داغ دیا۔ ''وہ کون سا خاص کام ہے جس پر توجہ دینے کی بات کر رہے ہو؟''

''ہم ایک پُراسرار خفیہ میرج بیورو چلاتے ہیں۔'' پستہ قامت فدا نے ظافر کی طرف دیکھتے ہوئے انکشاف انگیز لہجے میں جواب دیا۔ ''جس میں صرف عمر رسیدہ افراد کی شادیاں کرائی جاتی ہیں۔''

''تم جس بڑھیا کے اپارٹمنٹ پر پزا ڈیلیور کرنے گئے تھے، آج اس کا نکاح ایک بہت امیر سنار سے ہونے والا ہے۔'' سلیم نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ ''اور اس شادی کے اکلوتے براتی تم ہو گے..... سمجھ گئے نا!''

''لیکن میڈم تو ایک شادی شدہ خاتون ہیں اور ان کا شوہر بھی ایک جیولر ہے۔'' ظافر نے الجھن زدہ لہجے میں پوچھا۔ ''میڈم نکاح پر نکاح کیسے کر سکتی ہیں؟''

''مطلب..... پرائے معاملات میں گھسنا تمہاری فطرت میں شامل ہے۔'' دراز قد سلیم نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''تم محض پزا ڈیلیوری بوائے ہی نہیں بلکہ ایک جاسوس بھی ہو۔ تم اپنے کسٹمرز کے ذاتی معاملات پر بھی گہری نظر رکھتے ہو۔ اسی لیے تمہیں معلوم ہے کہ وہ بڑھیا پہلے سے شادی شدہ ہے اور اس کے شوہر کا نام نجیب اللہ ہے جو ایک جیولر ہے۔''

سلیم کی بات سن کر ظافر کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ بے ساختہ سرسراتی ہوئی آواز میں مستفسر ہوا۔ ''میں نے تمہیں کب بتایا کہ میڈم کے شوہر کا نام نجیب اللہ ہے؟''

''کیا فرق پڑتا ہے۔'' سلیم بے پروائی سے کندھے اچکاتے ہوئے بولا۔ ''تم ہمیں بتاؤ یا ہم اپنے ذرائع سے معلوم کر لیں، بات تو ایک ہی ہے نا۔ اگر اس جیولر کا نام نجیب اللہ نہیں تو پھر تم اعتراض کر سکتے ہو۔''

''میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم لوگ کس قسم کی اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہو۔'' ظافر نے برہمی آمیز لہجے میں کہا۔ ''پہلے تم نے مجھے پولیس کا مخبر گردانا اور اب کوئی جاسوس سمجھ رہے ہو۔ کیا آگے چل کر تم مجھے امریکا کا صدر نامزد کرنے والے ہو؟''

''تم صرف شکل ہی سے جوکر نظر نہیں آتے بلکہ درحقیقت ہو بھی۔'' سلیم نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ ''اس سنگین صورتِ حال میں بھی تمہیں گھٹیا مذاق کرنے کی پڑی ہے۔''

''سلیم! اگر اس مسخرے کے ساتھ تمہارا تھیٹر ہو چکا ہے تو چلو کام پر لگ جائیں۔'' فدا نے اپنے ساتھی سے کہا۔ ''ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔''

سلیم نے اثبات میں گردن ہلائی اور فدا کی ہمراہی میں چلتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔ ان لفنگوں نے کمرے کا دروازہ بند کرنا ضروری نہیں جانا تھا۔ ظافر کو انہوں نے ایک کرسی پر باندھ رکھا تھا لہٰذا وہ اس کی طرف سے بے فکر

www.zemtime.com

اور مطمئن ہو گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد ظافر پیش آمدہ حالات پر سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔ یہ تو روزِ روشن کے مانند عیاں تھا کہ وہ دونوں خبیث جرائم پیشہ افراد تھے۔ ان کے چہروں کی کرختگی اور انداز کی سفاکی انہیں انتہائی خطرناک اور درندہ صفت ظاہر کرتی تھی۔ فدا پہلے سے اس نوتعمیر شدہ بنگلے میں موجود تھا۔ وہ گرے ہائی روف کا تعاقب کرتے ہوئے جب یہاں آیا تو بنگلے کا گیٹ فدا ہی نے کھولا تھا۔ بہرحال، سلیم نے اس امر کی تصدیق کر دی تھی کہ جب ظافر میڈم فرزانہ کے اپارٹمنٹ کے آئی گلاس سے آنکھ لگا کر اندر جھانکنے کی کوشش کر رہا تھا تو اس وقت سلیم اپارٹمنٹ کے اندر موجود تھا۔

میڈم کی جانب سے کسی بھی قسم کا رسپانس نہ پا کر ظافر نے پہلے پہل یہی سوچا تھا کہ شاید میڈم اپنے شوہر سے بے وفائی کا ارتکاب کرتے ہوئے کسی آشنا کے ساتھ وقت گزار رہی ہے..... اپنی اس سوچ پر اسے ندامت کا احساس بھی ہوا تھا۔ خیر..... اب تو یہ صاف ہو گیا تھا۔ میڈم کی مجبوری اور لاچاری کا سبب صرف اور صرف پی کیپ والا شخص سلیم ہی تھا۔

اگرچہ ظافر کرسی پر بندھا ہوا تھا تاہم ان لوگوں نے اس کے سوچنے پر کسی قسم کی کوئی پابندی عائد نہیں کی تھی۔ اس کا شاطر ذہن کرمنلوجی کی مخصوص نفسیات کی روشنی میں اس امر کا اندازہ تو لگا چکا تھا کہ سلیم ڈکیتی کی نیت سے کسی طرح میڈم کے اپارٹمنٹ میں گھسا تھا۔ اغلب امکان تھا کہ اس نے میڈم کو بے بس کر کے اس کے اپارٹمنٹ میں موجود نقدی اور قیمتی زیورات کا صفایا کر کے ایک بڑی ''کامیابی'' حاصل کر لی تھی۔

انہی سوچوں سے الجھتے ہوئے ظافر کا دھیان اپنے دوست ساجد کی طرف چلا گیا۔ اس منحوس بنگلے کی جانب پیش قدمی کرنے سے قبل اس نے ساجد سے رابطہ کرنے کی حتی الامکان کوشش کی تھی لیکن ساجد نے اس کی کال پک نہیں کی تھی۔ ناچار اس نے ساجد کے لیے وائس نوٹ چھوڑ دیا تھا اور اس بنگلے کی لوکیشن بھی اسے سینڈ کر دی تھی اور اس بات کو ڈیڑھ گھنٹے سے زیادہ گزر چکا تھا مگر ابھی تک ساجد کی طرف سے کسی قسم کی کارروائی نہیں ہوئی تھی۔

''یہ ساجد کا بچہ کہاں مر گیا ہے؟'' ظافر نے جھنجلاہٹ آمیز انداز میں خودکلامی کی۔ ''ٹھیک ہے، میرا نمبر اسے آف مل رہا ہو گا لیکن میں نے اسے جس قدر معلومات فراہم کر دی ہیں ان کی بنیاد پر اب تک اسے اس بنگلے کا محاصرہ کر لینا چاہیے تھا لیکن یہاں تو حال یہ ہے کہ یہ دونوں شیطان میرا بُرا حشر کرنے والے ہیں۔''

اچانک اسے یاد آیا کہ ساجد سے ہونے والی مختصر سی سیلولر ٹاک میں ساجد نے اسے بتایا تھا کہ وہ ڈکیتی کی کسی واردات کو کور کرنے جا رہا تھا۔ اس نے ظافر سے دو وعدے کیے تھے۔ نمبر ایک، ڈکیتی والے معاملے کو نمٹاتے ہی وہ ظافر سے رابطہ کرے گا۔ نمبر دو، وہ میڈم فرزانہ کا حال جاننے کے لیے اپنے بندوں کو اس کے اپارٹمنٹ کی جانب روانہ کرے گا۔ ساجد نے یہ دونوں وعدے نبھا دیے تھے یا نہیں، یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا۔

☆☆☆

وقت اپنی مخصوص رفتار سے آگے بڑھ رہا تھا۔ دیوار گیر کلاک کی سوئیاں آٹھ تیس کا اعلان کر رہی تھیں۔ گویا، رات نے پَر پھیلا کر ماحول کو اپنی تاریک گرفت میں لے لیا تھا۔ جب سے ظافر کی آنکھ کھلی تھی، اس نے میڈم فرزانہ، ساجد اور ان دو مردودوں سلیم اور فدا کے بارے ہی میں سوچا تھا۔ اسے خود پر دھیان دینے کا خیال ہی نہیں آیا تھا۔ بہرکیف پہلی مرتبہ جب اس نے خود پر توجہ دی تو چونک اٹھا۔

اس کے دونوں بازوؤں کو کرسی کے ہتھوں کے ساتھ اور کمر کو کرسی کی پشت گاہ کے ساتھ باندھا گیا تھا لیکن اس کی دونوں ٹانگیں آزاد تھیں یعنی وہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے اپنے دونوں پاؤں کو محدود فاصلے تک حرکت دینے کے قابل تھا۔ یہ ایک ایسی ''حرکت'' تھی کہ وہ مختصر قدموں کے ساتھ کرسی سمیت اپنی بیٹھنے کی پوزیشن کو برقرار رکھتے ہوئے آگے بڑھ سکتا تھا۔

یہ خاصا صحت مند اور توانا خیال تھا۔ ایسا سوچتے ہی اس کے رگ و پے میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ ان لمحات میں اس کا جاسوس ذہن دگنی رفتار سے مصروفِ کار تھا۔ اس نے بے حد احتیاط کے ساتھ، دو، دو اور چار، چار انچ کے بے آواز قدم اٹھانا شروع کر دیے۔ اس کا رخ کمرے کے کھلے ہوئے دروازے کی جانب تھا جہاں سے فدا اور سلیم گزرنے کے بعد اس کی نگاہ سے اوجھل ہو گئے تھے۔ اس ننھی منی پیش قدمی کے دوران میں اس نے حتی الامکان اس بات کا خیال رکھا تھا کہ اس کی اس ''نائٹ واک'' کے نتیجے میں کرسی کے پایوں کے فرش پر گھسٹنے کی آواز پیدا نہ ہو۔ اگرچہ وہ اس کوشش میں صد فیصد کامیاب تو نہیں رہا تھا تاہم کرسی کے کھسکنے کی آواز اتنی دھیمی تھی کہ یقیناً اس کمرے سے باہر نہیں گئی تھی۔

ظافر کرسی ''مشقت'' کے بعد کمرے کے دروازے

www.zemtime.com

کے نزدیک پہنچ گیا۔ اسی لمحے ایک خیال بجلی کے کوندے کے مانند اس کے ذہن میں لپکا۔ وہ اچھوتا خیال دراصل ایک فنٹاسٹک آئیڈیا تھا۔ اس نے خود کو بھی سنا ڈالی کہ یہ خیال اسے پہلے کیوں نہیں آیا تھا..... خیر، اس فوری خیال کے تحت وہ بہ آہستگی کرسی کو اپنی تشریف پر لادے رکوع کے بل ''کھڑا'' ہوگیا۔ اس کے بازو اور کمر کرسی کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ نئی پوزیشن کو دیکھ کر یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں تھا کہ وہ کرسی اس کی کمر پر بندھی ہوئی تھی۔ اس کے پاؤں حرکت کے لیے آزاد تھے لہٰذا وہ حالتِ رکوع میں رہتے ہوئے دبے قدموں کمرے سے باہر نکل آیا۔

وہ فی الوقت دوڑنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ بہرحال اس کی اس لولی لنگڑی کوشش نے اسے بنگلے کے ایک دوسرے کمرے تک پہنچا دیا۔ مذکورہ کمرے کا دروازہ نیم وا تھا جہاں سے روشنی چھن کر باہر آرہی تھی۔ وہ دونوں رذیل کمرے کے اندر موجود تھے اور کسی بات پر بحث و تکرار میں مصروف تھے۔ ظافر دروازے کے نزدیک ہی ایک تاریک مقام پر رک گیا تاکہ سلیم اور فدا کے مابین ہونے والی گفتگو کو سن سکے۔ نیم وا دروازے کے توسط سے ان کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ ظافر نے کرسی پر ''بیٹھنے'' کے بعد اپنی سماعت کو ان کی بات چیت پر لگا دیا۔

''سلیم! ہم دونوں نے اپنے حصے کا کام خوش اسلوبی سے نمٹا دیا ہے۔'' فدا اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔ ''اس مشن کی کامیابی پر بیس لاکھ کیش اور پچاس سے ساٹھ لاکھ روپے مالیت کے طلائی زیورات ہمارے ہاتھ لگ چکے ہیں۔ میری مانو تو ہم اس سونے اور کیش کو آپس میں برابر بانٹ کر الگ الگ سمت میں نکل جاتے ہیں۔ ہمارا ایک ساتھ رہنا ہم دونوں کے لیے خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔''

''اس بات میں تو کسی شک کی گنجائش نہیں کہ لوٹ کا مال ہم دونوں میں برابر ہی تقسیم ہوگا۔'' سلیم کی جوابی آواز ظافر کی سماعت سے ٹکرائی۔ ''لیکن میں سمجھتا ہوں، آج کی رات ہمیں اسی بنگلے پر گزارنا چاہیے۔ باہر معاملہ خاصا گرم ہے۔ فی الحال یہ بنگلا ہمارے لیے ایک محفوظ پناہ گاہ ہے۔''

''باہر کے معاملات کس قدر گرم ہیں، اس کا اندازہ بھی لگا لیتے ہیں۔'' فدا نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''تم ٹی وی آن کر کے کوئی نیوز چینل لگا دو۔ صورت حال خود ہی واضح ہوجائے گی۔''

''ہاں..... یہ تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' سلیم نے جلدی سے کہا۔

ظافر کے دل کی دھڑکن یکایک بڑھ گئی۔ تھیلے میں بند بلی والی ''پوٹلی'' تو اس کے سامنے رکھی تھی۔ بس، اب تب میں وہ بلی تھیلے سے باہر آنے کو تھی۔ ظافر کے بیشتر اندازے درست ثابت ہوچکے تھے لیکن ان واقعات کے بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک دھاگے میں پرونا باقی رہ گیا تھا۔ ان دونوں نامراد ڈاکوؤں نے خاصا لمبا ہاتھ مارا تھا۔ ظافر ان کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ کمرے کے اندر سے ٹی وی کی آواز آنے لگی۔ وہ ہمہ تن گوش ہوگیا۔

''آج سرِ شام شہر میں ایک میگا ڈکیتی کی واردات.....'' کسی نیوز چینل سے رپورٹ کیا جارہا تھا۔ خبر پڑھنے والی خاتون کا لب و لہجہ بے حد سنسنی خیز تھا۔ ''پولیس کے اندازے کے مطابق، وہ دو شاطر ڈاکو تھے اور دونوں ہی مسلح..... ایک ڈاکو نے شہر کے معروف جیولر نجیب اللہ کی بیوی فرزانہ کو اس کے اپارٹمنٹ میں کرسی پر باندھ کر گن پوائنٹ پر رکھا ہوا تھا اور سیل فون کے ذریعے اس کی ڈری سہمی آواز کو اس کے شوہر تک پہنچا رہا تھا۔ دوسرا ڈاکو گن بہ دست نجیب اللہ کی شاپ میں موجود تھا اور وہاں پر رکھے ہوئے اصلی طلائی زیورات اور نقدی کو سمیٹ رہا تھا۔ نجیب اللہ اپنی اہلیہ کو کسی قسم کا نقصان پہنچتے نہیں دیکھ سکتا تھا اس لیے اس گن بردار ڈاکو کا ہر مطالبہ پورا کردیا۔ اپارٹمنٹ میں فرزانہ کو یرغمال بنانے والا ڈاکو بھی بہ وقتِ رخصت گھر کا صفایا کر گیا تھا۔ نجیب اللہ کی اطلاع پر پولیس نے اپارٹمنٹ پر جاکر فرزانہ کو ریسکیو کرلیا ہے۔ اس سانحے نے فرزانہ کے دل و دماغ پر بڑا گہرا اثر ڈالا ہے۔ وہ اس وقت ایک پرائیویٹ اسپتال کے آئی سی یو میں زیرِ علاج ہے۔ پولیس ان دونوں چال باز ڈاکوؤں کو پورے شہر میں ڈھونڈ رہی ہے۔''

ٹی وی کی آواز آنا بند ہوگئی۔ ان دونوں میں سے کسی نے ٹی وی کو آف کردیا تھا۔ اس پورے واقعے کا پس منظر اور پیش منظر ظافر پر عیاں ہوچکا تھا۔ یہ جان کر اسے قدرے اطمینان ہوا تھا کہ میڈم ڈاکٹروں کی زیرِ نگرانی زندہ تھی۔ وہ مہربان عورت ظافر کی کچھ بھی نہیں لگتی تھی لیکن نہایت ہی مختصر عرصے میں وہ اس کے دل و دماغ میں ایک خاص اور محترم مقام بنا چکی تھی۔ وہ فرزانہ کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ فدا کی گمبھیر آواز نے اس کی سماعت تک رسائی حاصل کرلی۔

''سلیم! تم بالکل صحیح کہہ رہے ہو۔ باہر کے حالات ہماری موافقت میں نہیں ہیں۔ کم از کم آج کی رات تو ہمیں اس بنگلے پر قیام کرنا چاہیے لیکن.....''

فدا نے پراسرار انداز میں جملہ ادھورا چھوڑا تو سلیم

www.zemtime.com

نے اضطراری لہجے میں استفسار کیا۔ ''لیکن کیا؟''

''باہر کے خطرات کا تو ہم نے ذکر کر لیا.....'' فدا ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''ایک خطرہ اس بنگلے کے اندر بھی موجود ہے۔''

''تم کس خطرے کی بات کر رہے ہو؟''

''وہ پزا ڈیلیوری بوائے.....'' فدا نے سرسراتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ ''جو کہیں سے بھی بوائے نظر نہیں آتا۔''

''میں نے اس بندے کو کرسی پر کس کر باندھ رکھا ہے۔'' سلیم نے بڑے اعتماد سے کہا۔ ''وہ ہلنے جلنے کے قابل نہیں ہے۔ وہ ہمیں کسی بھی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔''

''اس کا کرسی پر بندھے ہونا اور کسی بھی طرح ہمارے لیے نقصان دہ ثابت ہونا دو الگ باتیں ہیں سلیم۔'' فدا نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''وہ فرزانہ اور اس کے شوہر نجیب اللہ کو جانتا ہے۔ وہ ہم دونوں کے ناموں سے واقف ہو چکا ہے اور اس نے ہماری صورتیں بھی دیکھ لی ہیں اور..... اور اگر میں غلط نہیں تو وہ بڑی حد تک ہمارے کردار سے بھی آگاہ ہو گیا ہے۔ وہ تمہارا تعاقب کرتے ہوئے فرزانہ کے اپارٹمنٹ سے یہاں تک پہنچا ہے۔ اگر کسی بھی طرح وہ اپنی بندشیں کھول کر آزاد ہو گیا تو وہ ہمارے لیے دردناک موت کا پیامبر ثابت ہو سکتا ہے۔''

''تمہاری بات میں وزن ہے فدا.....'' سلیم کی تشویش بھری آواز ابھری۔ ''پھر بتاؤ، اس کم بخت اندرونی خطرے کا کیا کریں؟''

''وہ جب تک زندہ ہے، ہمارے سروں پر تیز دھار شمشیر کے مانند لٹکتا رہے گا۔'' فدا نے سفاک لہجے میں جواب دیا۔ ''اس کا کام تمام کرنا ناگزیر ہے۔''

دروازے کے باہر ایک تاریک گوشے میں موجود ظافر کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک سرد لہر سی دوڑ گئی۔ فدا نے اس کی موت کا اعلان کر دیا تھا۔ وہ بے بسی اور بے کسی کی موت مرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں تھا لہٰذا اپنے بچاؤ کے بارے میں سوچنے لگا۔

''میرے ذہن میں ایک آئیڈیا ہے۔'' سلیم نے جذبات سے عاری لہجے میں کہا۔ ''لیکن اس کام کی تکمیل کے لیے تمہیں میرا ساتھ دینا ہوگا۔''

''میں ضرور ساتھ دوں گا۔'' فدا ایک ایک لفظ پر دباؤ ڈالتے ہوئے بولا۔ ''بتاؤ، کرنا کیا ہے؟''

''ہم دونوں مل کر اس کرسی سمیت کمرے کے واش روم میں لے جاتے ہیں۔'' سلیم اپنے آئیڈیا کی وضاحت کرتے ہوئے بتانے لگا۔ ''اور پھر ایک بے آواز گولی اس کی کھوپڑی میں آر پار۔ اس کے بعد واش روم کا دروازہ لاک.....'' لمحاتی توقف کر کے اس نے ایک گہری سانس خارج کی پھر بات مکمل کرتے ہوئے بولا۔

''اس بنگلے کو آباد ہونے میں ابھی کچھ عرصہ لگے گا۔ جب اس بنگلے میں آ کر بسنے والے واش روم کھول کر ''مسٹر پزا'' کی کرسی پر بندھی ہوئی گلی سڑی یا کم از کم اکڑی ہوئی لاش کو دریافت کریں گے، ہم اس بنگلے بلکہ اس شہر سے سیکڑوں میل دور ایک نئی زندگی کی شروعات کر چکے ہوں گے۔''

''تمہارے آئیڈیا میں جان ہے سلیم۔'' فدا نے سراہنے والے انداز میں کہا۔ ''اور مجھے یہ خاصا نیک بھی لگ رہا ہے۔ میں نے سُن رکھا ہے کہ نیکی کے کام میں سستی یا غفلت نہیں دکھانا چاہیے۔ تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟''

''اس پوائنٹ پر میں تم سے کامل اتفاق کرتا ہوں۔'' سلیم نے توانا لہجے میں جواب دیا۔ ''آؤ، نیک کام پر لگ جاتے ہیں۔''

ظافر کے بدن پر سرتاپا چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔ آنے والے لمحات انتہائی سنگین اور مہلک ثابت ہو سکتے تھے۔ اس نے ان دونوں ڈاکوؤں کو اپنے قتل کا پروگرام فائنل کرتے سُن لیا تھا۔ اس کا پورا جسم ٹھنڈا پڑ چکا تھا تاہم سب سے اچھی اور امید افزا بات یہ تھی کہ اس خطرناک صورتِ حال میں بھی ظافر نے ہمت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔ اس کے اندر ان لٹیروں سے دو، دو ہاتھ کرنے کی خواہش ابھی تک بیدار اور جوان تھی۔ ظافر نے سچویشن کے تقاضوں کو نظر میں رکھتے ہوئے سانس روک لی اور کسی بھی فوری کارروائی کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو گیا۔

سلیم اور فدا کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ دونوں جس شخص کو شوٹ کرنے جا رہے تھے، وہ دروازے کے پہلو میں دم سادھے ''بیٹھا'' تھا۔ وہ اپنی ہی دھن میں کمرے سے نکلے اور دائیں بائیں دیکھے بغیر آگے بڑھ گئے۔ ظافر نے سکون کی سانس لی کہ ان میں سے کسی کی اس پر نگاہ نہیں پڑی تھی۔

دونوں کمروں کے درمیان ایک مستطیل لاؤنج تھا۔ وہ دونوں جیسے ہی مذکورہ لاؤنج کے آخری حصے میں پہنچے، ظافر ''حرکت'' میں آ گیا۔ اسے جو بھی کرنا تھا، ایک منٹ کے اندر ہی کرنا تھا۔ اس کے پاس اس سے زیادہ وقت نہیں تھا۔ وہ دونوں ظافر کو اس کمرے میں نہ پا کر پہلے تو حیران ہوتے اور پھر پریشان۔ اس کے بعد انہوں نے اس کی

www.zemtime.com

تلاش کا کام شروع کر دینا تھا اور وہ بھی اس نیت کے ساتھ کہ کرسی پر بندھا ہوا یرغمالی جہاں بھی اور جس بھی حالت میں دکھائی دے، اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

ظافر نے میکانکی انداز میں، رکوع کے بل جھک کر ''چلتے'' ہوئے اس کمرے کے اندر رسائی حاصل کر لی جہاں اس نے فدا اور سلیم کو باتیں کرتے سنا تھا۔ وہ انتہائی نازک اور جان لیوا لمحات تھے۔ کمرے کے اندر داخل ہوتے ہی اس نے پشت پر بندھی ہوئی کرسی سے دھکا دے کر دروازے کو بند کر دیا۔ ڈاکوؤں نے بے ہوشی کی حالت میں ظافر کو کرسی پر بٹھا اس کے بازوؤں اور کمر کو کرسی کے ساتھ باندھ دیا تھا۔ تکنیکی اعتبار سے ظافر کو کرسی کے ساتھ باندھا گیا تھا لیکن ظافر کی جاسوسانہ سوچ نے ''اپ سائڈ ڈاؤن'' کا فارمولا استعمال کر کے اس تکنیک کو الٹا کر رکھ دیا تھا۔ اسے رکوع کی حالت میں جھکا دیکھ کر بادی النظر میں یہی کہا جا سکتا تھا کہ کرسی کو اس کی کمر پر باندھا گیا تھا۔

کمرے کے دروازے کو بند کر دینا کافی نہیں تھا۔ وہ دونوں ظافر کو اس کمرے میں نہ پا کر سب سے پہلے ادھر ہی کا رخ کرتے لہٰذا ان کی جانب سے خود کو محفوظ کرنا سب سے زیادہ ضروری اور اہم تھا۔ ظافر کے شاطر ذہن نے موجودہ صورتِ حال کو اڈاپٹ کر لیا تھا۔ اس نے دروازے کے لٹو نما ہینڈل کی جانب پشت کی۔ دروازے اور ظافر کے درمیان اس کی کمر پر لدی ہوئی کرسی تھی جس کے چاروں پائے دروازے سے چند سوت کے فاصلے پر تھے۔ وہ رکوع کی پوزیشن میں کچھ اور جھکا تو کرسی کا پچھلا دائیں طرف کا پایا لٹو کے عین سامنے آ گیا۔ اس نے ذہن میں سوچے ہوئے منصوبے کے عین مطابق، مذکورہ پائے سے دروازے کے لٹو (ہینڈل) پر ''کاری'' ضرب لگائی۔ اگلے ہی لمحے ایک سریلی ''کلک'' کی آواز ابھری اور لٹو کے وسط میں موجود ننھی سی ناب، لاک کے پیٹ میں گھس گئی۔ اب چابی کے بغیر باہر سے اس دروازے کو کھولنا ممکن نہیں رہا تھا۔

ظافر نے ایک آسودہ اور اطمینان بخش سانس خارج کی اور اس کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ وہ ایک بیڈ روم تھا۔ ایک دیوار پر ایل ای ڈی لگا ہوا تھا جو آف تھا۔ دو منٹ پہلے ظافر نے یقیناً ایل ای ڈی اسکرین پر نجیب اللہ کی جیولری شاپ میں ہونے والی میگا ڈکیتی کی خبر سنی تھی اور مذکورہ ڈکیتی میں لوٹا جانے والا سونا اور کیش اس وقت ظافر کی نگاہ کے سامنے بیڈ پر پڑا تھا لیکن یکایک اس کی توجہ کا مرکز، بیڈ سائڈ ٹیبل بن گئی۔ اس گلاس ٹاپ چھوٹی سی ٹیبل پر ظافر کا سیل فون اور ایک تیز دھار والا کھلا ہوا چاقو رکھا تھا۔

ان دونوں چیزوں کو دیکھ کر ظافر کی آنکھوں میں پرجوش چمک نمودار ہوئی اور اس کا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ اس نے ایک خطیر نقد رقم اور لاکھوں روپے مالیت کے طلائی زیورات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے، بیڈ سائڈ ٹیبل کا رخ کیا۔ ان لمحات میں ظافر کی نگاہ میں آزادی کی نعمت ہر مادی شے پر بھاری تھی۔

وہ رکوع کے بل چلتے ہوئے اپنی منزل پر پہنچا اور آگے کو جھک کر اس نے کھلے ہوئے چاقو کے دستے کو اپنے دانتوں میں دبا کر میز پر سے اٹھا لیا۔ اس کے ذہن نے فوری طور پر جو سوچا تھا وہ کوئی حلوا کام ہرگز نہیں تھا لیکن ظافر کے پاس اور کوئی آپشن بھی نہیں تھا۔ وہ اپنے دائیں ہاتھ کے اوپر جھکا اور دانتوں میں دبے ہوئے تیز دھار چاقو کی خطرناک دھار کو بہ احتیاط بازو کی رسی پر آزمانے لگا۔ اس عمل کے دوران میں وہ اپنے سر اور کمر کی تکلیف کو بالکل فراموش کر بیٹھا تھا۔ سلیم نے اس کے سر کے عقبی حصے میں ایک کاری ضرب لگائی تھی جس کے نتیجے میں وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا تھا۔ اب آگے جھک کر بازو والی رسی کاٹتے ہوئے اس کی کمر میں کھنچاؤ کے باعث بے پناہ تکلیف بھی ہو رہی تھی۔

صبر آزما اور وقت طلب کوشش کے بعد وہ اپنے دائیں بازو کو رسی کی جکڑ سے آزاد کرانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے نہایت ہی احتیاط اور مہارت کے ساتھ بائیں بازو اور کمر والی رسیوں کو بھی کاٹ ڈالا اور بیڈ سائڈ ٹیبل پر سے اپنا سیل فون اٹھا کر آن کر لیا۔ اسی لمحے کمرے کے باہر ان منحوس ڈاکوؤں کے قدموں کی آواز ابھری۔

''وہ حرام زادہ کرسی سمیت کہاں غائب ہو گیا.....؟'' سلیم کی جھنجلاہٹ بھری آواز ظافر کی سماعت سے ٹکرائی۔

کمرے کا دروازہ اگرچہ لاک تھا لیکن سلیم کی جھنجلاہٹ اتنی بلند آہنگ تھی کہ ظافر کو اس کی بات سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ فدا نے سلیم کے استفسار کے جواب میں چونکے ہوئے لہجے میں کہا۔

''سلیم! ہم نے یہاں سے جاتے ہوئے کمرے کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا مگر اب یہ بند دکھائی دے رہا ہے۔ مجھے یقین ہے، وہ خبیث اسی کمرے میں چھپا ہوا ہے۔''

''سارا کیش اور جیولری بھی تو اسی کمرے کے اندر ہے۔'' سلیم نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔ ''ہمیں فوراً

www.zemtime.com

کمرے کے اندر پہنچنا ہوگا۔ کہیں وہ کمینہ ہماری ''محنت کی کمائی'' پر ہاتھ صاف نہ کردے۔''

''ایسا کرنے سے پہلے میں اس کی گردن توڑ ڈالوں گا۔'' فدا کی غراہٹ بھری آواز سنائی دی۔ ''وہ کل کا بچہ ہمیں چونا لگائے گا..... نہیں میں اسے پورے کا پورا اٹھا کر اوون میں ڈالوں گا اور اس کا پزا بنا کر فری میں تقسیم کردوں گا۔''

ان دونوں کی اس ہوائی دھمکی آمیز بکواس کے دوران میں ظافر نے ساجد کو کال لگا دی تھی اور ظافر کی خوش قسمتی کہ ساجد نے پہلی ہی گھنٹی پر اس کا فون اٹینڈ بھی کرلیا تھا۔ ظافر، ساجد کی طرف سے اچھا خاصا بھرا بیٹھا تھا۔ اس کے ''ہیلو'' کے جواب میں ظافر اس پر برس پڑا۔

''تم انسان ہو یا حیوان.....'' ظافر نے تپے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''میں کب سے تمہارا نمبر ٹرائی کررہا تھا اور تم.....''

''میں پہلے پولیس والا ہوں۔ اس کے بعد انسان ہوں اور حیوان کا نمبر انسان کے بعد آتا ہے۔'' ساجد اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی بول اٹھا۔ ''اور جہاں تک نمبر ٹرائی کرنے کی بات ہے تو یہ کام میں بھی کافی دیر سے کررہا ہوں مگر تمہارا نمبر سوئچڈ آف آرہا تھا۔ جب پہلے میری تم سے بات ہوئی تو اس وقت میں نجیب اللہ کی جیولری شاپ کی طرف جارہا تھا۔ ہمیں وہاں ڈکیتی کی واردات کی اطلاع ملی تھی اور ہاں..... تم نے جس میڈم فرزانہ کے بارے میں بتایا تھا، اسے ریسکیو کرلیا گیا ہے..... وہ نجیب اللہ کی بیوی ہے اور.....''

''مجھے یہ سب معلوم ہوچکا ہے۔'' اب کی بار ظافر نے قطع کلامی کی۔ ''صرف اتنا بتادو کہ اس وقت تم کہاں ہو؟''

''تمہاری بھیجی ہوئی لوکیشن کے انتہائی قریب.....'' ساجد نے جواب دیا۔ ''بس ہم بنگلے والی گلی میں داخل ہورہے ہیں۔ تم خیریت سے ہو نا؟''

''ابھی تک تو زندہ ہوں۔'' ظافر نے ایک آسودہ سانس خارج کرتے ہوئے کہا۔ ''میں نے ڈاکوؤں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر خود کو لوٹے ہوئے مال والے کمرے میں بند کرلیا ہے اور وہ دونوں بدمعاش سائیلنسر لگی گنز کے ساتھ کمرے کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ وہ کسی وقت بھی دروازے کے لاک کو گولی سے اڑا کر کمرے میں گھس سکتے ہیں۔ جانتے ہو نا..... ان کا اگلا نشانہ کون ہوگا؟''

''ہمت رکھو یار۔ تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔'' ساجد نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔ ''ہم نے بنگلے سے چند گز کے فاصلے پر موبائل کو روک لیا ہے۔ میرے ساتھ آٹھ مسلح پولیس والے ہیں۔ تم حوصلہ رکھو۔ ہم تمہارا ایک بال بھی بانکا نہیں ہونے دیں گے۔''

''میں نے ہمت اور حوصلے سے کام لیا ہے تو اب تک زندہ اور سلامت ہوں۔'' ظافر نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔ ''میری کہانی سنو گے تو دنگ رہ جاؤ گے۔''

''ضرور سنوں گا۔'' یہ کہتے ہوئے ساجد نے لائن کاٹ دی۔ ''ہم بنگلے کا محاصرہ کرنے جارہے ہیں۔ تم کسی بھی طرح خود کو دو، تین منٹ تک زندہ رکھنے کی کوشش کرو۔ اس کے بعد میں سب سنبھال لوں گا۔''

ادھر ساجد کی بات ختم ہوئی، ادھر کمرے کے دروازے پر تیز دستک سنائی دی، پھر سلیم کی کرخت آواز ابھری۔

''تم یہ ٹھیک نہیں کررہے ہو۔ دروازہ کھول دو۔ ہم ٹین پرسنٹ تمہیں بھی دے دیں گے۔''

''ہمیں پتا ہے، تم کمرے کے اندر موجود ہو۔'' فدا نے کہا۔ ''تم نے خود کو کرسی کی جکڑ بندی سے کیسے آزاد کرایا، یہ سمجھ میں نہیں آرہا لیکن ایک بات اچھی طرح اپنی کھوپڑی میں بٹھالو کہ میرے تین گننے تک اگر تم نے دروازہ نہیں کھولا تو میں لاک پر فائر کرکے اسے توڑ ڈالوں گا۔ اس کے بعد میں تمہارے جسم میں اتنے سوراخ کروں گا کہ دنیا کا کوئی بھی کیلکولیٹر انہیں شمار نہیں کرسکے گا..... ایک!''

ظافر نے سیل فون کو جیب میں رکھا، چاقو کو پینٹ کی بیلٹ میں اڑسا اور کرسی کو دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے تھام کر حملہ کرنے والی پوزیشن میں دروازے سے ذرا ہٹ کر کھڑا ہوگیا۔ دروازہ کھلنے پر ان میں سے جو بھی اندر داخل ہوتا، ظافر بازوؤں کی پوری قوت سے کرسی کو اس کے سر پر توڑ ڈالتا۔ بعد کی بعد میں دیکھی جاتی۔

''دو.....!'' فدا غصیلے لہجے میں دہاڑا۔ ''دروازہ کھولو..... ابھی کے ابھی.....'' اس کی گنتی کے دوران میں دروازے پر مسلسل دستک کا عمل بھی جاری تھا۔ سلیم کی تشویش سے بھری آواز ظافر کی سماعت تک پہنچی۔ وہ فدا سے کہہ رہا تھا۔

''یہ کمینہ کہیں سارا مال سمیٹ کر کھڑکی کے راستے فرار نہ ہوجائے۔ ہم میں سے ایک کو بنگلے کے عقبی حصے میں جانا چاہیے۔''

کسی عقبی کھڑکی کا ذکر سن کر بے ساختہ ظافر نے اپنے پہلو میں نگاہ دوڑائی اور مذکورہ کھڑکی اسے نظر آگئی۔ اسی لمحے فدا کی سٹپٹائی ہوئی آواز ابھری۔ وہ اپنے ساتھی سے

www.zemtime.com

مخاطب تھا۔

''سلیم! لگتا ہے، تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔''

''کیوں..... میں نے ایسا کیا کہہ دیا؟'' سلیم نے پوچھا۔

''تم جس کھڑکی کی بات کررہے ہو، اس پر آہنی گرل نصب ہے۔'' فدا نے کہا۔ ''اس کمرے میں آمدورشد کا صرف ایک ہی دروازہ ہے جو اس احمق نے لاک کردیا ہے۔ وہ ہمارے مال کے ساتھ یا پھر خالی ہاتھ یہاں سے فرار نہیں ہوسکتا۔ اس کم بخت کی دردناک موت میرے ہی ہاتھوں لکھی ہے۔''

ظافر نے ایک بار پھر عقبی کھڑکی کی جانب دیکھا اور اسے کھڑکی کے باہر کسی پُراسرار حرکت کا احساس ہوا۔ یہ اس کا وہم نہیں تھا۔ اگرچہ کھڑکی کے اس پار تاریکی کا راج تھا مگر اسی تاریکی میں ظافر نے ایک انسانی ہیولا اِدھر سے اُدھر جاتے دیکھا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے سلیم نے بنگلے کے عقبی حصے میں جانے کی بات کی تھی لیکن فدا نے اس کی تجویز کو یکسر مسترد کردیا تھا۔ تو..... تو پھر ظافر نے جو سایہ سا اِدھر سے اُدھر جاتے دیکھا تھا، وہ یقیناً ساجد کا کوئی آدمی تھا۔ گویا..... پولیس نے بنگلے کے اندر گھس کر اپنی کارروائی کا آغاز کردیا تھا۔

''میں دو تک گن چکا ہوں.....'' فدا کی بیزار کن آواز ظافر کی سماعت سے ٹکرائی۔ ''اس کے بعد ہے تین..... اور تین کے بعد تمہاری موت..... تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ دروازہ کھول دو..... میں تین کہنے کے بعد دروازے کا لاک توڑ ڈالوں گا۔ پھر تم مجھ سے کسی رعایت کی امید نہیں رکھنا۔''

یہ دیکھ کر کہ پولیس کے مستعد جوان بنگلے میں داخل ہو چکے تھے، ظافر ہر فکر و غم سے بے نیاز ہوگیا تھا۔ وہ سانس روک کر دروازے کا لاک ٹوٹنے کا انتظار کرنے لگا۔

''تین.....!'' فدا نے سنسناتی ہوئی آواز میں کہا۔

''فدا لاک کو اڑا دو۔'' سلیم کی تحکمانہ آواز ابھری۔ ''یہ گھی سیدھی انگلی سے نکلنے والا نہیں ہے۔''

فدا نے فوراً سے پیشتر سلیم کے مشورے کو عملی جامہ پہنا دیا۔ فدا کی گن سے نکلنے والی گولی اگرچہ سائیلنسر کی وجہ سے بے آواز تھی لیکن اس نے دروازے کے لاک پر جو قیامت ڈھائی اس کی آواز پورے بنگلے میں سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی فدا نے ایک خوفناک دھکے سے دروازہ کھول دیا۔

کمرے کے اندر فدا کو ظافر کے سوا سب کچھ جوں کا توں دکھائی دیا۔ یہ وہ آخری منظر تھا جو اس نے آج کی تاریخ میں دیکھا کیونکہ اگلے ہی لمحے ظافر نے کھلے ہوئے دروازے کی اوٹ سے نکل کر اس کے سر پر کرسی کو توڑ ڈالا تھا۔ ظافر کے اس وار میں جسم و جاں کی طاقت کے علاوہ بے پناہ غم و غصہ بھی شامل تھا۔

فدا کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا پھیل گیا۔ ظافر کا حملہ اتنا اچانک اور زوردار تھا کہ فدا کو چیخنے یا چلانے کی مہلت ہی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اس نے میکانکی انداز میں دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھاما اور اناج سے بھری ہوئی بوری کے مانند ''دھب'' سے کمرے کے فرش پر جا گرا۔

فدا کے زمین بوس ہونے کا منظر سلیم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور اسی منظر کے فریم میں اسے ظافر کرسی بہ دست بھی نظر آیا تھا۔ ظافر کی ہنگامی کارروائی سلیم کی نگاہ سے چھپی نہیں رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے تو اس کے دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ وہاں جو کچھ بھی ہوا تھا اس کی سلیم کو توقع نہیں تھی۔

لمحے بھر کی غائب دماغی کے بعد جب سلیم کے حواس بحال ہوئے تو بہت دیر ہوچکی تھی۔ وہ یکایک دوطرفہ مصیبت میں گھر گیا تھا۔ سامنے سے ظافر نے زخم خوردہ کرسی سے اس پر وار کیا اور عقب سے ایک تحکمانہ آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ ساجد کے لہجے میں بلا کا اعتماد پایا جاتا تھا۔

''گن پھینک دو۔ تم اس وقت پولیس کے گھیرے میں ہو.....''

''پائے رفتن نہ جائے ماندن'' ایسی صورتِ حال نے سلیم کو بوکھلا کر رکھ دیا اور اسی بوکھلاہٹ میں اس نے ظافر پر گولی چلا دی۔ یہ وہی لمحہ تھا جب ظافر کرسی سے اس پر وار کرچکا تھا۔

سلیم کی گن سے فائر ہونے والی بے آواز گولی ظافر کے دائیں کندھے کو چھیلتے ہوئی گزر گئی اور..... ظافر کی گھمائی ہوئی گھائل کرسی نے سلیم کے چہرے کا سواستیاناس مار کر رکھ دیا۔ وہ زخمی درندے کے مانند چلّایا اور دونوں ہاتھوں میں اپنے چہرے کو چھپا کر زمین پر بیٹھ گیا۔ اس کے منہ سے ظافر کے لیے مغلظات کا گٹرابل رہا تھا۔

ساجد کے حکم پر سلیم اور فدا کو ہتھکڑی پہنا دی گئی۔ سلیم کا چہرہ بُری طرح زخمی ہوچکا تھا اور فدا بے ہوش تھا۔ اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ ان دونوں ڈاکوؤں کو اس حال میں پہنچانے والا ظافر تھا جو اپنا گھائل کندھا تھامے ایک طرف کھڑا تھا۔ قبل اس کے کہ ساجد، ظافر کی خیریت دریافت کرتا، اس کا فون بج اٹھا۔

''ہیلو سر!'' ساجد نے فوراً کال پک کرلی۔ دوسری

www.zemtime.com

جانب اس کا سینئر آفیسر تھا۔ وہ رپورٹ دینے والے انداز میں بولا۔ ''حالات ہمارے قابو میں ہیں سر۔ آپ کب تک پہنچیں گے؟''

''مجھے جائے وقوعہ پر پہنچنے میں پندرہ سے بیس منٹ لگیں گے۔'' آفیسر نے جواب دیا۔ ''ان ڈاکوؤں کے بارے میں بتاؤ۔ وہ دونوں زندہ تو ہیں نا.....؟''

''یس سر! وہ دونوں زندہ ہیں لیکن ان میں سے ایک بے ہوش اور دوسرا بری طرح زخمی ہے۔'' ساجد نے اپنے سینئر آفیسر کو بتایا۔ ''اور ان ڈاکوؤں کا یہ حشر نشر اسی پزا ڈیلیوری بوائے نے کیا ہے جس کا میں نے آپ سے ذکر کیا تھا۔''

''اچھا وہ..... ڈبل ایم اے بے روزگار جوان!''

''جی سر وہی۔'' ساجد نے اثبات میں جواب دیا۔

''اسے روک کر رکھو۔ میں تمہارے دوست سے ملنا چاہوں گا۔'' آفیسر نے سرسری انداز میں کہا پھر گہری سنجیدگی سے پوچھا۔ ''مال مسروقہ کی کیا رپورٹ ہے؟''

''سر! وہ لوٹے ہوئے تمام طلائی زیورات اور کیش میری آنکھوں کے سامنے ہے۔'' ساجد نے جواب دیا۔ ''بس، آپ کی آمد کا انتظار ہے۔''

''میں پہنچنے ہی والا ہوں۔'' آفیسر نے کہا۔ ''تم کھلی آنکھوں کے ساتھ چاق چوبند رہنا۔ کوئی چیز ادھر سے ادھر نہیں ہونا چاہیے۔ سمجھ گئے نا، میں کیا کہہ رہا ہوں؟''

''سمجھ گیا سر!'' ساجد نے معتدل انداز میں کہا۔ ''آپ بے فکر ہو جائیں اور مجھ پر بھروسا رکھیں۔''

''تم پر بھروسا ہے اسی لیے تو تم اتنے بڑے مشن کو لیڈ کر رہے ہو۔'' آفیسر نے گمبھیر آواز میں کہا۔ ''یہ اسائنمنٹ کم از کم انسپکٹر لیول کے افسر کا تھا لیکن میں تمہاری کارکردگی اور فرض شناسی سے خوش ہوں اور دل کی گہرائی سے چاہتا ہوں کہ تمہارا پروموشن ہو..... اور وہ بھی ایک شاندار کارنامے کے ساتھ.....''

''تھینک یو سر۔'' ساجد نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور اپنے آفیسر کا تصور کر کے ایک سیلوٹ بھی دے مارا۔

اس دوران میں ظافر اپنا زخمی شانہ تھامے دھیمے قدموں سے ایک طرف چل پڑا تھا۔ ساجد کی اس پر نگاہ پڑی تو اس نے بہ آواز بلند استفسار کیا۔

''ظافر..... تم کہاں چل دیے؟''

ظافر زیر حراست سلیم کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ ''اس رذیل کی جیب میں میری بائیک کی چابی ہے۔ وہی نکالنے جا رہا ہوں۔''

ساجد نے ایک کانسٹیبل سے کہا کہ وہ ظافر کی بائیک کی چابی، گرفتار شدہ ڈاکو کی جیب سے نکال لے پھر ظافر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''تمہیں اچانک اپنی بائیک کا خیال کیوں آ گیا؟''

''اس بدذات نے میری بائیک کو کاٹھ کباڑ کی طرح گرے ہائی روف کے پیچھے پھینک دیا تھا۔'' ظافر، سلیم پر نفرت بھری نگاہ ڈالتے ہوئے کڑوے لہجے میں بولا۔ ''ویسے بھی یہاں میرا کام تو ختم ہو چکا ہے۔ میں جا کر کسی ڈاکٹر سے اپنے زخمی کندھے کی مرہم پٹی کراتا ہوں۔''

''تمہارے گھائل شانے کا علاج معالجہ ہماری ذمے داری ہے۔'' ساجد نے کہا۔ ''اس لیے تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ میں تمہارے زخم کا جائزہ لے چکا ہوں۔ گولی تمہارے کندھے کو بس چھو کر گزر گئی ہے، خطرے والی کوئی بات نہیں اور..... یہ کس نے کہہ دیا کہ یہاں تمہارا کام ختم ہو گیا ہے۔ کیا تمہیں پتا ہے، ابھی میں فون پر کس سے بات کر رہا تھا؟''

''مجھے نہیں معلوم۔'' ظافر نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''ڈی ایس پی صاحب تھے.....'' ساجد نے بتایا۔ ''وہ یہاں پہنچنے ہی والے ہیں۔ میں نے انہیں تمہارے بارے میں بتا رکھا ہے۔ وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں اس لیے تمہیں رکنا پڑے گا۔''

''اوہ.....!'' ظافر ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

☆☆☆

آئندہ روز ظافر، ساجد کی معیت میں ڈی ایس پی صاحب کے آفس میں موجود تھا۔ گزشتہ رات اس کے گھائل شانے کی تسلی بخش ڈریسنگ کر دی گئی تھی اور پین کلر وغیرہ بھی لے لیا تھا جس کی وجہ سے وہ خاصا آرام محسوس کر رہا تھا۔ پچھلی رات جائے وقوعہ سے واپسی پر ظافر کی ڈی ایس پی سے مختصر سی بات ہوئی تھی اور تفصیلی گفتگو کے لیے ڈی ایس پی نے اسے آج اپنے آفس بلایا تھا۔ ظافر اپنی کہانی سنا چکا تو ڈی ایس پی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کیا تمہیں کچھ اندازہ ہے کہ تم نے نجیب اللہ کو کتنے بڑے نقصان سے بچایا ہے؟''

''میں درست اندازہ نہیں لگا سکتا سر.....'' ظافر صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے بولا۔ ''میرے خیال میں زیورات اور نقدی ملا کر لگ بھگ پچاس لاکھ.....''

''اس سے کہیں زیادہ.....'' ڈی ایس پی نے

www.zemtime.com

ٹھہرے ہوئے لہجے میں بتایا۔ ''پچیس لاکھ تو کیش ہے اور نجیب اللہ کے مطابق، طلائی زیورات کی مالیت پچھتر لاکھ سے اوپر ہے۔ یعنی کل ملا کر کم و بیش ایک کروڑ روپے..... تمہارے محتاط اندازے سے ڈبل.....''

''جی سر!'' ظافر نے معتدل انداز میں کہا۔

''ساجد نے تمہارے بارے میں مجھے بہت کچھ بتا رکھا ہے اور تم نے اپنی کہانی بھی مجھے سنا دی ہے۔'' ڈی ایس پی نے کہا۔ ''میرے مطابق، ایک اچھے پولیس والے میں تین خصوصیات لازمی ہونا چاہئیں۔ نمبر ایک، ذہانت..... نمبر دو، ایمان داری اور نمبر تین، جرأت و بہادری۔ تم میں یہ تینوں صفات پائی جاتی ہیں..... علاوہ ازیں تم اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی ہو اور تعلیم بھی وہ جو پولیس ڈپارٹمنٹ سے میل کھاتی ہے.....'' لمحاتی توقف کر کے اس نے ایک گہری سانس خارج کی پھر اپنی بات کو مکمل کرتے ہوئے بولا۔

''تم نے میڈم فرزانہ کے اپارٹمنٹ میں گڑبڑ محسوس کرتے ہی گرے ہائی روف کا تعاقب کیا۔ یہ تمہاری ذہانت اور قوتِ فیصلہ کا ثبوت ہے۔ دورانِ تعاقب تم نے ساجد کو صورتِ حال سے آگاہ کیا جو تمہاری حاضر دماغی کو ظاہر کرتا ہے۔ تم نے جرأت سے کام لیا اور اس بنگلے میں داخل ہو گئے پھر ان لوگوں نے ایک چال کے ذریعے تمہیں بے ہوش کر کے ایک کرسی پر باندھ دیا۔ تم نے ہمت نہیں ہاری اور کمال بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے، پولیس کی آمد سے پہلے ہی انہیں کسی کام کا نہیں چھوڑا اور سب سے بڑی بات یہ کہ ڈھیروں طلائی زیورات اور ایک خطیر نقد رقم کو دیکھ کر تمہاری نیت خراب نہیں ہوئی۔ ان کھلے حقائق کے پیشِ نظر تم ایک کامل کارگزار ہو.....''

''سر! آپ کے یہ ستائشی الفاظ میرے لیے کسی اعزاز سے کم نہیں ہیں۔'' ظافر نے احسان مندانہ انداز میں کہا۔

''کسی چیز کا اعزاز حاصل کر لینا کافی نہیں ہوتا ظافر.....'' ڈی ایس پی نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ ''اس اعزاز کو جسٹیفائی بھی کرنا پڑتا ہے۔''

ظافر نے سوالیہ نظر سے ڈی ایس پی کو دیکھا اور کہا۔ ''میں سمجھا نہیں سر؟''

''میں نے جس جس حوالے سے تمہاری تعریف کی ہے اسے ثابت کرتے رہنا اب تمہاری ذمے داری ہے۔'' ڈی ایس پی اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

''اس ذمے داری کو نبھانے کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا سر؟'' ظافر پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

''کیا تم پولیس ڈپارٹمنٹ کے لیے انڈر کور کام کرنا پسند کرو گے؟'' ڈی ایس پی نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے استفسار کیا۔

ایک لمحہ سوچے بغیر ظافر نے بے ساختہ جواب دیا۔ ''یس سر!''

''گڈ.....'' ڈی ایس پی کے ہونٹوں پر خوش گوار مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے معتدل انداز میں کہا۔ ''تمہارا کوڈ نیم ہے ''کارگزار'' اور تمہارا کور ہے..... ''پزا ڈیلیوری بوائے''..... تم معمول کے مطابق اپنی یہ جاب جاری رکھو گے۔ ہمیں جب بھی تمہاری ضرورت ہوگی، تمہیں بتا دیا جائے گا..... کوئی سوال؟''

''نو سر!'' ظافر نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''ہوں!'' ڈی ایس پی نے اثبات میں سر ہلایا اور اپنی میز کی دراز میں سے ایک پھولا ہوا لفافہ نکال کر ظافر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''پولیس کے ساتھ کام کرتے ہوئے تمہیں باقاعدہ کوئی تنخواہ نہیں دی جائے گی۔ بس، اسی طرح کے گفٹس پر گزارہ کرنا پڑے گا۔ اسے رکھ لو کارگزار..... یہ تمہاری گزشتہ رات والی جاب کا گفٹ ہے۔''

ظافر نے لفافہ کھول کر دیکھا۔ لفافے میں تیس ہزار کے کرنسی نوٹ رکھے ہوئے تھے۔ ظافر نے حیرت آمیز الجھن سے ڈی ایس پی کی جانب دیکھا۔

''نجیب اللہ نے پولیس کی کارکردگی سے خوش ہو کر پانچ لاکھ روپے مٹھائی کی مد میں ساجد کو تھمائے تھے۔'' ڈی ایس پی وضاحت کرتے ہوئے بتانے لگا۔ ''ساجد مجھ سے کچھ نہیں چھپاتا۔ اس آپریشن میں جتنے پولیس اہلکاروں نے حصہ لیا، ان کی ''مٹھائی'' بہ قدر مرتبہ انہیں دے دی گئی ہے۔ یہ رقم، تمہارے لیے ہے۔''

''لیکن میں تو پولیس اہلکار نہیں ہوں سر.....'' ظافر نے نیم احتجاجی لہجے میں کہا۔

''کارگزار!'' ڈی ایس پی نے ٹھوس انداز میں کہا۔ ''تم سادہ لباس پولیس والے ہی ہو۔ یہ حصہ تمہارا حق ہے۔ سمجھ میں آئی بات.....؟''

ظافر نے بڑی فرمانبرداری سے تیس ہزار روپے والے لفافے کو اپنی جیب میں رکھ لیا۔ یہ اس امر کا ثبوت تھا کہ ڈی ایس پی کی بات اس کی سمجھ میں اپنی جگہ بنا چکی تھی.....!

❖❖❖

www.zemtime.com